قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر تھی

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر تھی

(فرمودہ ۲۷ ؍دسمبر ۱۹۴۹ء برموقع جلسہ سالانہ بمقام ربوہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد فرمایا:۔

کل میں نے احبابِ جماعت میں تحریک کی تھی کہ چونکہ آپ ہی مہمان ہیں اور آپ ہی میزبان ہیں اِس لئے کام خود سنبھالیں اور کارکنوں کے ساتھ مل کر جلسہ سالانہ کی خدمات سرانجام دیں۔ ہمارے پاس چونکہ کارکن کم ہیں اس لئے جلسہ سالانہ کے کام جلسہ سالانہ پر آنے والے دوستوں کے تعاون سے ہی سرانجام دیئے جا سکتے ہیں۔ آج دفاتر کی طرف سے مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اس تحریک کے ماتحت احبابِ جماعت نے کارکنوں کے ساتھ بہت تعاون کیا ہے اور وہ تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی ان دفاتر کے ساتھ اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اپنے فرائض کے ادا کرنے اور احکام کی فرمانبرداری بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ درحقیقت ایمان اور اخلاص کا یہی نمونہ ہے جو ہم لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں تا انہیں یہ احساس ہو جائے اور یہ احساس مجھ کو اور آپ کو بھی ہو جائے کہ ایک انگلی اُٹھے گی تو آپ سب کھڑے ہو جائیں گے اور وہ انگلی جھکے گی تو آپ سب بیٹھ جائیں گے۔ تب دنیا یہ سمجھ لے گی کہ اِس جماعت کو کچلنا آسان بات نہیں اور جماعت کا امام بھی سمجھ لے گا کہ وہ اپنی جماعت کو ہر دشوار ترین راستہ پر چلا سکتا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی شخص صرف اِس نیت سے کام نہیں کیا کرتا کہ اُسے ضرور فتح نصیب ہوگی بلکہ کام کرنے والا یہ جانتا ہے کہ اس کے لئے یا تو عزت والی زندگی مقدر ہے اور یا پھر اسے عزت والی موت نصیب ہوگی۔ دونوں میں سے ایک میں اس کا ضرور حصہ ہوگا۔ اور اگر

یہ یقین پیدا نہ ہو کہ جو قدم تم اُٹھاؤ گے اس کے نتیجہ میں عزت والی زندگی یا عزت والی موت ملے گی تو قدم اُٹھانے سے پہلے تم بہت احتیاط سے کام لو گے اتنی احتیاط سے کہ بسا اوقات کام کا وقت گزر جائے گا۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کافر بڑے جتھے والے ہیں اور مومن کمزور ہیں پھر مومنوں کو فتح کیسے میسر آ سکتی ہے۔[1] تم میں سے بھی بعض کمزور ایمان والے لوگ ان کا ساتھ دے دیتے ہیں مگر کیا تم نے کبھی اتنا بھی سوچا ہے کہ دنیا میں لوگ ہمیشہ فتح کے لئے نہیں لڑا کرتے بلکہ لڑائیاں اَور وجوہات سے بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص راستہ پر چلا جاتا ہے ڈاکو اُس پر حملہ کر دیتے ہیں وہ اُن کا مقابلہ کرتا ہے اور مارا جاتا ہے۔ اس واقعہ کا جہاں کہیں ذکر کیا جاتا ہے یہی کہا جاتا ہے کہ فلاں نے کیا ہی اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ فلاں نے بزدلی نہیں دکھائی بلکہ اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ جب گھر سے باہر نکلے تھے تو وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ ضرور جیت جائیں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کوفہ والوں نے بغاوت کی تھی یہ ٹھیک ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا امام حسینؓ کوفہ والوں سے مل کر ساری دنیا سے لڑ سکتے تھے؟ امام حسینؓ یہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ بعض اوقات ایک چھوٹی جماعت اپنے سے بڑی جماعتوں پر غالب آ جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ آپ کو اپنی فتح کا احساس نہیں تھا آپ کو اپنی فتح کا احساس ضرور تھا لیکن غالب خیال یہ تھا کہ یا تو انہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح نصیب ہو گی یا شاندار موت تو کہیں گئی ہی نہیں۔ قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں عزت والی زندگی اور شاندار موت دونوں چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملے گی۔[2] لیکن تمہارے دشمنوں کو یا تو دونوں چیزیں نہیں ملیں گی اور یا دونوں چیزوں کا ملنا اس کے لئے مشتبہ سا ہے لیکن تمہارے پاس دونوں چیزیں یقینی ہیں۔ پھر بہادر کون ہے تم یا تمہارا دشمن؟ پس دوستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر احساسِ قومی پیدا کریں اور چاہیے کہ عمل ان کے لئے خوشکن چیز ہو۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بھی کوئی خوشکن نظارہ نہیں ہو گا تم اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ ہر کام کو اپنا کام سمجھو اور اسے اس نیت اور ارادے سے کرو کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں اس کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

ایک بات پر میں اظہارِ افسوس بھی کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ کل شام کو

جب اجلاس ہو رہا تھا تو جماعت کے ساٹھ فیصدی احباب باتیں کر رہے تھے یہ نہایت افسوسناک امر ہے۔ نیکی کے کام کی جگہ پر باتیں کرنا منع ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن جب خطبہ ہو رہا ہو اُس وقت باتیں کرنا تو کجا کسی قسم کا اشارہ کرنا بھی منع ہے۔[۳] اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ خطبہ کو کوئی سہرا تو نہیں لگا ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت باتیں کرنا صرف اِس لئے منع فرمایا ہے کہ اس وقت نیکی کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ پس احباب جب جلسہ گاہ میں آیا کریں تو کچھ تکلیف اُٹھا کر جلسہ گاہ میں بیٹھا کریں اور جب جلسہ گاہ میں بیٹھیں تو کچھ تکلیف اُٹھا کر نیکی کی باتیں سنا بھی کریں اور اُن پر عمل کیا کریں اور اگر ان میں سے کوئی کام بھی نہ کر سکیں تو جلسہ گاہ میں ہی نہ آیا کریں۔ آخر آپ لوگوں میں سے کتنے ہیں جن کو سال میں کئی بار مرکز میں آنے کا موقع ملتا ہے۔ آپ لوگوں میں سے بعض کے لئے سال میں یہی دو تین دن ہوتے ہیں جن میں وہ مرکز کی برکات سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اِس لئے دوستوں کو چاہیے کہ وہ یہ کوشش کریں کہ ان دنوں کو زیادہ سے زیادہ عمل میں لگایا جائے۔

ایسے اجتماعوں کے موقع پر خصوصاً اِس جنگل میں بعض مجبوریاں بھی پیش آ جاتی ہیں دوستوں کو چاہیے کہ وہ ان کی پرواہ نہ کریں بلکہ ان سے بھی لطف اُٹھائیں۔ بعض دفعہ لوگ عشق کی باتوں کو بدتہذیبی یا حماقت بھی کہہ دیتے ہیں لیکن عشق جہاں عقل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہاں وہ اپنے اندر وارفتگی کا رنگ بھی رکھتا ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے ایک نہایت اچھا کپڑا پہنا ہوا تھا۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر کہا **یَارَسُوْلَ اللّٰہ** یہ کپڑا مجھے عطا کر دیں۔ آپ نے وہ کپڑا اُسے دے دیا۔ دوسرے صحابہؓ نے اُس صحابیؓ کو ملامت کی۔ اُنہوں نے کہا میں نے یہ کپڑا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس لئے مانگا ہے کہ آپ کو یہ زیادہ پسند تھا اور میں نے چاہا کہ اس سے اپنا کفن بناؤں سو میں نے آپ سے اپنے لئے کفن مانگ لیا۔ یہ جواب سن کر دوسرے صحابہؓ کو رشک پیدا ہونے لگا کہ یہ کپڑا ہم نے کیوں نہ مانگ لیا۔[۴]

اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مرض الموت سے بیمار ہوئے تو آپ نے

فرمایا۔ میں صرف ایک پیغامبر ہوں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ جو ذمہ داریاں تم پر ہیں وہ مجھ پر بھی ہیں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے آپ لوگوں کے حقوق کو ادا کیا ہے لیکن ممکن ہے مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہو یا تم میں سے کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن تمہیں ہر چیز کا بدلہ دینا پڑے گا سو میں نہیں چاہتا کہ خدا تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن بدلہ لے۔ اگر مجھ سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو وہ مجھ سے یہیں بدلہ لے لے۔ ظاہر ہے کہ ایسے محبوب کی بیماری کی حالت میں جسے صحت کی حالت میں بھی کوئی دُکھ دینا برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا، یہ فقرات سن کر صحابہ کا کیا حال ہوا ہوگا۔ وہ مچھلی کی طرح تڑپ گئے مگر ایک صحابیؓ آگے بڑھا اور اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! مجھے آپ سے ایک تکلیف پہنچی ہے میں اُس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر دوسرے صحابہؓ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور اُنہوں نے چاہا کہ اگر ممکن ہو تو اس صحابی کی تکہ بوٹی کر دی جائے لیکن اس صحابی نے ان کی طرف نہ دیکھا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دیکھتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اگر مجھ سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اس کا بدلہ لے لو۔ اس صحابی نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! فلاں جنگ کے موقع پر جب آپ اسلامی لشکر میں صف بہ صف پھر کر نقص دور فرما رہے تھے آپ پیچھے کی طرف سے ہماری صف کو چیرتے ہوئے گزرے اُس وقت آپ کی کہنی میری پیٹھ پر لگی تھی میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری پیٹھ ہے اِسے کہنی مار لو۔ اس پر اُس صحابی نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! جب آپ کی کہنی میری پیٹھ پر لگی اُس وقت میری پیٹھ ننگی تھی اس پر کرتہ نہیں تھا اور آپ نے کرتہ پہنا ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری پیٹھ پر سے کپڑا اُٹھا دو تا کہ یہ شخص اپنا بدلہ لے لے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر سے کپڑا اُٹھایا گیا۔ صحابہؓ کی آنکھوں سے خون بہنے لگا مگر اس شخص کی آنکھوں میں محبت کے آنسو آ گئے وہ جھکا اور آپ کی پیٹھ پر بوسہ دے کر اس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! پتہ نہیں پھر کب ملاقات ہو میں نے چاہا کہ اِس بہانہ سے آخری دفعہ پیار تو کر لوں۔[۵] غرض عشق کی مختلف شانیں ہوتی ہیں۔ وہی صحابہؓ جن کا دل چاہتا تھا کہ اس شخص کے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں کیونکہ اُس نے ایک نامعقول حرکت کی

ہے انہی کا دل چاہتا تھا کہ اسے خوب جھنجھوڑیں اور مروڑیں کہ تم نے تو پیار کر لیا ہمیں کیوں یہ موقع نہ ملا۔

یہ وادی بے آب و گیاہ، یہ گرد و غبار، اِس میں بیسیوں باتیں ایسی ہیں جو دیکھنے والے کو عجیب معلوم ہوتی ہیں مگر عشق کی نگاہ میں وہ بڑی پیاری ہیں لیکن پھر بھی مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی تکلیف کا موجب نہ بنے۔ مجھے بعض دوستوں نے لکھا ہے کہ موٹروں والے اپنی موٹریں بے تحاشا چلاتے ہیں جس کی وجہ سے گرد و غبار ہم پر پڑتا ہے، ہماری آنکھیں مٹی سے بھر جاتی ہیں، ہمارے چہرے غبار سے اَٹ جاتے ہیں، کپڑے خاک آلودہ ہو جاتے ہیں، نزلہ زکام اور کھانسی میں ہم مبتلا ہو جاتے ہیں، ہمارا دل چاہتا ہے کہ انہیں ذرا کھڑے کر کے پوچھیں کہ تم یہ کیا حرکتیں کرتے ہو؟ میں کہتا ہوں بے شک ان کا ذہن بدظنی کی طرف گیا ہے لیکن میرا ذہن نیک ظنی کی طرف جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ لوگ اپنی موٹریں اس لئے نہیں بھگاتے کہ وہ دکھائیں کہ ان کے پاس موٹریں ہیں بلکہ شاید وہ اس لئے کاریں دَوڑاتے ہیں کہ وہ اس وادیٔ بے آب و گیاہ میں بھی جس میں ہزاروں سال سے کوئی آدم زاد نہیں بسا اپنی کاریں دَوڑائیں تا خدا تعالیٰ کے اس نشان میں جو اس سرزمین میں دکھایا گیا وہ بھی حصہ دار ہوں۔ اگر وہ اس نیت سے موٹریں دَوڑاتے ہیں تو میں کہوں گا **اے مبارک گرد! تو بھی خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے آ اور ہمارے کپڑوں اور جسموں کو گرد آلود کر دے۔ آ اور ہمارے ناک اور آنکھوں کو بھر دے، ہمیں نزلہ، زکام اور کھانسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ محبت کی نگاہ میں یہ مٹی بھی ایک شان رکھتی ہے۔ آخر یہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ اس نے ہزارہا سال کے بعد اس زمین کو جس کے آباد کرنے سے لوگ عاجز آ گئے تھے اپنی پاک جماعت کے ذریعہ آباد کیا۔**

اور جیسا کہ میں نے کل بتایا تھا مرغابیاں ایک جگہ پر بیٹھی ہوئی ہوتی ہیں اُن پر شکاری فائر کرتا ہے بعض ماری جاتی ہیں اور باقی اُڑ جاتی ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر ایک جگہ پر اکٹھی بیٹھ جاتی ہیں۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کا کام نہیں کہ تم بھی اس قوم میں سے تھے جو تشتّت اور پراگندگی کا شکار ہو رہی تھی۔ تم قادیان میں بیٹھ گئے۔ دشمن نے تم پر فائر کیا، تم وہاں سے اُڑے اور ربوہ میں آ کر بیٹھ گئے۔ مگر آخر غریبوں کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم

بدتہذیب ہو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم اخلاق سے گری ہوئی کوئی حرکت کر رہے ہو، میں کہتا ہوں کہ تمہارے اعمال ہمیشہ اچھی نیتوں پر مبنی ہونے چاہئیں۔ آخر جب تک سڑکیں نہیں بنیں گی یہ گرد وغبار تو ضرور اُڑے گا کیونکہ ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ نیکی کی جگہ پر سب سے پہلے پہنچے اور اس کے لئے موٹروں والے اپنی موٹریں بھی دَوڑائیں گے جس کی وجہ سے گرد وغبار اُڑے گا اور تمہارے جسموں اور کپڑوں پر پڑے گا۔ میں تو اِس کی گرد کو بھی رحمت کا ایک چھینٹا سمجھتا ہوں۔ آخر اَور کونسی قوم ہے جو ہماری طرح بے بس ہو، بیکس ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے اِس طرح اکٹھا کر دیا ہو۔ پس **یہ گرد وغبار زندہ خدا کا ایک زندہ نشان ہے۔ یہ گرد کے ذرّے نہیں یہ خدا تعالیٰ کے نور کی شعاعیں ہیں جو نکل رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے۔** مگر جہاں مجھے اس نشان کو دیکھنے میں مزا آتا ہے وہاں مجھے اُن دوستوں کو سمجھانا بھی پڑتا ہے جو ایک رنگ میں اپنے بھائیوں کی تکلیف کا موجب بنتے ہیں۔ عقل یہی کہتی ہے کہ کمزور کا خیال رکھا جائے۔ بعض لوگ بیمار بھی ہوتے ہیں اُن کی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ہم نے بھی تقریریں کرنی ہوتی ہیں ہمارا بھی خیال رکھیں گرد گلے میں جاتی ہے جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ ابھی جب میں تقریر کے لئے آ رہا تھا تو ہماری جرمن بہن رقیہ تھائمس مارگرٹ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا بھی خیال رکھیں۔ آخر آپ نے تقریر کرنی ہے۔ میں نے کہا اِس کا کون خیال کرتا ہے۔ بہرحال ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم دوسرے بھائیوں کی تکلیف کا موجب نہ بنیں۔

میں سمجھتا ہوں اِس میں ایک حد تک ذمہ داری منتظمین پر بھی عائد ہوتی ہے۔ ذمہ دار لوگوں نے اِس میں کوتاہی کی ہے اُنہیں چاہیے تھا کہ وہ سڑکوں کے نشانوں کو نمایاں کرتے لیکن اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ مگر ساتھ ہی میں شکایت کرنے والے دوستوں کو بھی کہوں گا کہ وہ اپنی نظروں کو وسیع کریں اور اِن چیزوں میں بھی خدا تعالیٰ کا نشان دیکھیں۔ میری نصیحت ایسی ہی ہے جیسے بچے ماں کو گالیاں دیتے اور تھپڑ مار دیتے ہیں تو ماں انہیں مارتی بھی ہے مگر اس کے چہرے پر عجیب آثار ہوتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ تھپڑ نہیں کھا رہا کوئی مزیدار شربت پی رہا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ کونسی طاقت ہے جس نے ایک جگہ پر جس کو حکومتیں بھی نہیں بسا سکیں

تھیں تمہیں لاکر بسا دیا ہے۔ اِسے دیکھ کر وہ زمانہ یاد آتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعہ مکہ کی دوبارہ بنیاد رکھوائی۔ یہ نشان تمہارے ایمان کی جتنی تقویت کا بھی موجب ہو تھوڑا ہے۔

مجھ سے یہ خواہش کی گئی ہے کہ میں الفضل کے متعلق بھی تحریک کروں کہ احباب اِس کی اشاعت کو بڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ پچھلے سال میں نے احباب کو ایجنسیاں قائم کرنے کے لئے کہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس تحریک کی وجہ سے اب دُگنی تعداد ہوگئی ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ بھی کم ہے جہاں جہاں شہروں میں جماعتیں پائی جاتی ہیں دوستوں کو وہاں ایجنسیاں قائم کرنی چاہئیں اور الفضل کی اشاعت کو بڑھانے میں مدد کرنی چاہیے۔

اب سب سے پہلے میں ربوہ کے سوال کو لیتا ہوں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہاں آنا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ دیر کی ایک الٰہی تقدیر ہے۔ بعض لوگ جنہوں نے سنجیدگی کے ساتھ اِس معاملہ میں غور نہیں کیا اور اُس سلسلۂ تحریک کو نہیں دیکھا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے وہ اسے اتفاقی حادثہ سمجھتے ہیں لیکن یہ اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس کی ایک مقررہ سکیم کے ماتحت ہوا ہے۔ اِس کا ثبوت اِس بات سے ملتا ہے کہ اس بارہ میں دیر سے خبریں دی جا رہی تھیں اور جس چیز کے متعلق دیر سے خبریں دی گئی ہوں وہ اتفاقی حادثہ نہیں ہوا کرتی۔ آپ لوگوں میں کسی شخص کا چلتے چلتے گھوڑا گر جاتا ہے وہ خود زخمی ہو جاتا ہے اور اسے کسی مکان میں لے جایا جاتا ہے اس واقعہ کی کسی کو پہلے خبر دینے کی کیا ضرورت ہے مثلاً یسعیاہ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اس واقعہ کی پہلے سے اطلاع دیں، حزقیل کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اِس واقعہ کے متعلق پہلے سے کچھ ذکر کریں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس کے متعلق قبل از وقت اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر دنیا میں بھی یہ طریق جاری ہے کہ بڑے افسر اور اعلیٰ محکمے بڑی بڑی سکیمیں بناتے ہیں اور چھوٹی سکیمیں آگے چھوٹے افسروں اور ادنیٰ محکموں کے سپرد ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر سیکرٹریٹ کا کوئی آدمی یا کوئی منسٹر کوئی سکیم بناتا ہے تو وہ اہم اور اصولی سمجھی جائے گی۔ پھر اس کا کوئی حصہ ڈیفنس کمشنر کے سپرد ہوگا، کوئی پروانشل کمشنر کے سپرد ہوگا اور کوئی ڈپٹی کمشنر کے سپرد ہوگا جتنے نیچے ہم اُترتے آئیں گے اس کے معنی یہ ہوں گے

کہ وہ باتیں کم اہم ہیں۔ پس اگر ہمارے ربوہ میں آباد ہونے کا ذکر پہلے سے انبیاء کی کتابوں میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ الٰہی تقدیر تھی خواہ اِس کی حقیقت ہم پر آج کھلی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی خبر دی ہے کہ جب مسیح دنیا میں آئے گا تو اُس وقت دو قومیں نکلیں گی اور اُن کا جتھہ اتنا مضبوط ہوگا کہ ان کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں ہوگی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے آواز آئے گی کہ حَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ کہ تو ہمارے بندوں کو پہاڑ کی طرف لے جا۔[6]

اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ کسی زمانہ میں مسیح موعود کی جماعت کو اپنا مرکز چھوڑنا پڑے گا اور وہ کسی پہاڑی علاقہ میں جا گزیں ہوگی۔ اب سارے پنجاب میں کس کو علم تھا کہ وہ اِس جگہ ٹھہرے گی۔ یہ خدائی فعل تھا کہ ہجرت کے بعد اس نے جماعت کو اس جگہ لا کر اکٹھا کر دیا باوجود اِس کے کہ مجھے بھی رؤیا میں یہ جگہ دکھائی گئی تھی مگر پھر بھی میری نظر میں یہ جگہ نہ تھی۔ میں شیخوپورہ کے ضلع میں کوشش کر رہا تھا کہ کہیں ایسی جگہ مل جائے جہاں جماعت کا عارضی مرکز بنایا جائے۔ ایک دفعہ میں اس بارہ میں بعض دوستوں سے مشورہ کر رہا تھا کہ چوہدری عزیز احمد صاحب سب جج آئے اور اُنہوں نے کہا میں ایک جگہ بتاؤں جس کا میں خود واقف ہوں۔ چناب پار ایک جگہ ہے جس پر آپ کی خواب کے اکثر حصے چسپاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک تاریخ مقرر کی گئی اور میں نواب محمد الدین صاحب مرحوم، میاں بشیر احمد صاحب اور بعض اور دوست یہاں آئے اور یہ جگہ دیکھی۔ جب میں نے یہ مقام دیکھا تو سوائے اِس کے کہ یہاں سبزہ نہیں تھا باقی تمام علامات درست نکلیں اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی جگہ ہے جو مجھے خواب میں دکھائی گئی تھی۔ سبزہ کے متعلق میں نے سمجھا کہ شاید اس کی کوئی اور تعبیر ہو۔ ظاہر ہے کہ ۵ ہزار مربع میل کے علاقہ میں کوئی جگہ تلاش کرنا آسان بات نہیں۔ بعض غیر احمدی افسر اور معززین جب یہاں سے گزرتے ہیں تو کوئی ان میں سے مجھے ملنے کے لئے آ جاتے ہیں اور بے ساختہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ آپ نے تو غضب کی جگہ چنی ہے۔ اب یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ چوہدری عزیز احمد صاحب سب جج کو میری وہ خواب یاد آ گئی جس میں ہجرت کے بعد یہاں آنا دکھایا گیا تھا۔ پھر اُن کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ وہی جگہ ہے جس کا خواب میں ذکر ہے۔ پھر جس مجلس میں اس کا ذکر

ہو رہا تھا اُس میں وہ موجود تھے۔ پھر اُنہوں نے چاہا کہ میں اس بارہ میں مشورہ دے دوں اور پھر میرا دل بھی اُن کا مشورہ ماننے پر راضی ہو گیا۔ یہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہوا۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اس جگہ کی خبر دی ہے۔ اگر یہ مقام اسلام کی سکیم کا حصہ نہیں تھا تو آپ نے قبل از وقت اِس جگہ کا ذکر کیوں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتنے واقعات رونما ہوئے ہیں مگر اُن میں سے ہزاروں واقعات کا آپ نے ذکر نہیں کیا لیکن اس کا ذکر موجود ہے کہ مسیح موعود کی پہلے دجال سے لڑائی ہوگی، اس کے بعد یأجوج اور مأجوج دو قومیں نکلیں گی اور وہ ایسی طاقتور ہوں گی کہ ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکے گا، اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے آواز آئے گی کہ جاؤ پہاڑ پر چلے جاؤ وہاں تمہیں پناہ ملے گی۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ یہ جگہ خود اتنی اونچی ہے کہ پہاڑ معلوم ہوتی ہے جب ہم یہ جگہ دیکھنے کے لئے آئے تو احمد نگر چلے گئے تا کہ اس زمین کے حالات دریافت کئے جائیں۔ پانی کے متعلق پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ دو دفعہ بعض لوگوں نے کوشش کی ہے کہ اِس مقام کو آباد کیا جائے لیکن وہ ناکام ہوئے اور بھاگ گئے۔ پھر ہم نے پوچھا کہ کیا دریا میں کبھی سیلاب بھی آتا ہے؟ تو بتایا گیا ہاں سیلاب آتا ہے اور ہماری فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ہم نے دریافت کیا کہ کیا سیلاب کا پانی اس جگہ پر بھی آ جاتا ہے؟ تو گاؤں کے نمبردار نے جس سے ہم حالات دریافت کر رہے تھے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر اس کے سر تک پانی پہنچ جائے تو شاید اُس جگہ بھی پانی چڑھ جائے۔ غرض یہ اونچی جگہ ہے جس کی وجہ سے اس کا نام **''ربوہ''** رکھا گیا ہے اور خدائی تصرف کے ماتحت ہم یہاں لائے گئے ہیں۔ باقی یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس کی حقیقت کو کب کھولنا شروع کیا ہے سو یاد رکھنا چاہیے کہ خدائی سکیمیں آہستہ آہستہ کھلتی ہیں۔ مکہ مکرمہ کی بنیاد کے وقت کس شخص کو علم تھا کہ واقع میں یہ اتنا بڑا شہر بن جائے گا اور دنیا کی ہر نعمت یہاں میسر ہو سکے گی لیکن وہی کچھ ظہور میں آیا جس کا پہلے علم دیا گیا تھا۔

بعض لوگ اس حکمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم قادیان کے بے وفا ہیں کیونکہ ہم نے دوسرا مرکز بنا لیا ہے۔ وہ نادان ہیں وہ نہیں جانتے کہ گو ہم قادیان کے وفادار

ہیں مگر سب سے زیادہ ہم خدا تعالیٰ کے وفادار ہیں۔ جہاں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوگا ہمارا ہاتھ بھی اُسی جگہ ہوگا۔ پھر قادیان دلانا ہے تو خدا تعالیٰ نے دلانا ہے ہم میں کیا طاقت ہے کہ قادیان واپس لیں۔ خدا تعالیٰ ہی ایسے کرے گا اور جب خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی سب کچھ ہے تو اس کی سکیم میں دخل انداز ہونے کی ضرورت کیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ایک صدی کے لئے بھی ہمیں کسی اَور جگہ رکھنا چاہے تو اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا ہم اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایمان عشق کا نام ہے۔

محمود غزنوی کو اپنے ایک غلام ایاز نامی سے بہت پیار تھا۔ امراء اُس پر حسد کرتے تھے اور حسد کی وجہ سے وہ بادشاہ کے پاس شکایت کرتے رہتے تھے کہ وہ غدار ہے اور بادشاہ کا مال ضائع کرتا ہے۔ محمود غزنوی یہ سمجھتا تھا کہ وہ حق پر نہیں بلکہ محض حسد کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں۔ مگر اُس نے اُنہیں خاموش کرانے کے لئے ایک دن دربار لگایا اور اپنے خزانہ کا سب سے قیمتی موتی جس کی وجہ سے اس کی دُور دُور تک شہرت تھی منگوایا اور وزیر اعظم کو بُلایا اور ہتھوڑا منگوا کر اسے کہا کہ اِس موتی کو توڑ دو۔ وزیر اعظم نے کہا بادشاہ سلامت! ہمارے باپ دادا بھی آپ کے نمک خوار چلے آئے ہیں، ہم غدار تھوڑے ہیں کہ اتنے قیمتی موتی کو جس کی وجہ سے آپ کی دُور تک شہرت ہے توڑ دیں۔ سب درباریوں نے اس کے اس جذبہ کی تعریف کی۔ اُس زمانہ میں بادشاہ کے سات وزیر ہوا کرتے تھے۔ بادشاہ نے باری باری ساتوں وزیروں کو بُلایا مگر چونکہ وزیر اعظم کا جواب وہ سن ہی چکے تھے اور وہ یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ سب درباریوں نے اسکی تعریف کی ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک یہی جواب دیتا۔ سب درباری تحسین کرتے اور وہ بیٹھ جاتا۔ ساتوں وزیروں کے جوابات سننے کے بعد بادشاہ نے اپنے غلام ایاز کو بُلایا اور اُسے اشارہ کیا کہ اِس موتی کو توڑ دو۔ بادشاہ کے منہ سے اِس لفظ کا نکلنا تھا کہ اُس نے ہتھوڑا مار کر موتی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دربار میں ناراضگی کی ایک لہر دَوڑ گئی۔ سب درباری کہنے لگے کہ یہ کتنا قیمتی موتی تھا ہمارے بادشاہ کی اِس موتی کی وجہ سے دُور دُور تک شہرت تھی، ایسا موتی کسی اور بادشاہ کے پاس نہ تھا لیکن اِس بے وقوف نے کچھ بھی نہ سوچا اور ہتھوڑا مار کر موتی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بادشاہ نے مصنوعی غصہ بنایا اور ایاز سے کہا ایاز! تم نے دیکھا نہیں تھا کہ ان کا نمونہ

کیا تھا؟ ایاز نے جواب دیا بادشاہ سلامت! جو جواب ان لوگوں نے دیا ہے اُس کی ذمہ داری اِن پر ہے، میرے نزدیک محمود کے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ اِس قسم کے ہزاروں موتیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ اِس کی قدر میں جانتا ہوں یہ نہیں جانتے۔ دربار پر ایک سناٹا چھا گیا۔ بادشاہ نے درباریوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اب بتاؤ تم میں سے کون میرا سچا خیر خواہ ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا ہم ہارے اور یہ جیتا۔ پس ہم تو خدا تعالیٰ کو جانتے ہیں اور اُس کے وفادار ہیں وہ جس طرف اشارہ کرے گا ہم چلے جائیں گے۔ وہ اگر کہے تو خواہ کسی پہاڑ کی چوٹی کیوں نہ ہو یا سمندر کی سطح ہی کیوں نہ ہو ہم کہیں گے حضور! یہی بہترین جگہ ہے۔ مومن عاشق ہوتا ہے دلیلیں دینا اور بحث کرنا نوکر کا کام ہے عاشق کا کام نہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب نزول المسیح میں بیان فرمایا ہے کہ زکریا کی کتاب کے چودھویں باب میں جہاں یروشلم کا ذکر ہے وہاں یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ قادیان ہے اور اِس باب میں جو خبر دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک زمانہ میں یروشلم پر حملہ ہوگا۔ شہر والے مغلوب ہو جائیں گے اور پھر پہاڑوں کی ایک وادی کی طرف بھاگ جائیں گے جہاں پناہ لیں گے۔ [۷] اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا بھی الہام ہے کہ ''داغِ ہجرت'' [۸] اب سوال یہ ہے کہ یہ ہجرت کہاں ہونی ہے؟ اِس کا پتہ اوپر دیئے ہوئے حوالہ سے لگتا ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ پھر آپ کا ایک اور الہام یہ بھی ہے کہ **یُخْرِجُ هَمُّهُ وَغَمُّهُ دَوْحَةَ اِسْمَاعِيْلَ فَاَخْفِهَا حَتّٰى تَخْرُجَ** [۹] یعنی تمہارے ہم اور غم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک اسماعیلی درخت اُگائے گا لیکن یہ راز چھپائے رکھو یہاں تک کہ وہ درخت نکل آئے۔ سو اِس ہجرت پر پردہ پڑا رہا یہاں تک کہ قادیان پر جن دنوں حملہ ہو رہا تھا اور میں بتا رہا تھا کہ تم خدائی وعدہ کے مطابق قادیان سے نکلو گے، آپ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو یہاں سے ہلنا نہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے جو کہہ رہے تھے کہ ہم نے ہلنا نہیں بعض نکل آئے مگر دوسرے لوگ پھر بھی کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو یہاں سے نہیں جانا۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیان سے محبت کی وجہ سے کسی کا اِس طرف خیال ہی نہیں جاتا تھا کہ ہجرت ہوگی اور ہم قادیان کو چھوڑ کر باہر آ جائیں گے۔ جیسے رسول کریم ﷺ نے

جب وفات پائی تو حضرت عمرؓ کی یہ کیفیت تھی کہ باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو چکے تھے وہ یہ کہنے لگے کہ میں تو مان ہی نہیں سکتا کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ پس جہاں محبت ہوتی ہے وہاں ایسا خیال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ کا قادیان کو دائمی اور مستقل مرکز قرار دینا اِس بات پر پردہ ڈال رہا تھا کہ ہمیں قادیان سے ہجرت کرنی پڑے گی۔ مگر آخر وہی بات ہوگئی کہ فَاَخْفِهَا حَتّٰى تَخْرُجَ جب تک وہ درخت نکل نہ آئے اُسے ظاہر نہ کرنا۔ ورنہ یہ لوگ قادیان آنے سے رُک جائیں گے اور اگر یہ رُک گئے تو قادیان میں مکان کیسے بنائیں گے حالانکہ ہمارا یہ ارادہ ہے کہ یہ لوگ قادیان میں مکان بناتے چلے جائیں۔ جب قادیان ہاتھ سے نکل جائے گا تو جو سچا متبع ہوگا وہ تو کہے گا کہ جیسے ہم نے پہلے چھتہ بنایا تھا ویسے ہی پھر بنالیں گے اور جو کمزور ہوگا اُس کا دل تو یہ کہتا ہوگا کہ میں نے جو کرنا تھا کرلیا لیکن بظاہر وہ کہے گا اچھا یہ اور مرکز بنا رہے ہیں یہ قادیان کو بھول رہے ہیں اور اس طرح وہ اپنی منافقت کو ظاہر کردے گا۔

پھر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا تھا کہ آپ ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنائیں گے۔[۱۰] بے شک سلسلہ بھی ایک نئی زمین اور نیا آسمان ہے لیکن بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ انہیں بنا بنایا مرکز مل گیا ہے اس لئے انہیں طاقت حاصل ہوگئی ہے۔ چنانچہ جب میری خلافت کا انکار کیا گیا اور منکرین خلافت قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے تو اُس وقت اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جماعت کا پچانوے فیصدی حصہ ہمارے ساتھ ہے لیکن ایک ماہ کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا اکثر حصہ میرے ساتھ شامل ہو گیا۔ اُس وقت وہ لوگ یہی جواب دیتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے جماعت کو قادیان سے محبت ہے اس لئے یہ نہیں جیتا قادیان جیتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کو اِس اعتراض کا جواب دینا تھا اب لاہور میں جو اِن کا ۳۵ سالہ مرکز ہے اُن کا بھی جلسہ ہو رہا ہے وہ ذرا ربوہ کے جلسہ کی سی شان تو دکھا دیں۔ اِس وادیٔ بے آب وگیاہ میں بھی لوگ جمع ہوئے ہیں یا نہیں؟ کہاں گئی اُن کی وہ دلیل کہ میں قادیان کی وجہ سے جیتا ہوں۔ اگر اُس وقت میں قادیان کی وجہ سے جیتا تھا تو اب قادیان میرے ہارنے کا بھی موجب ہونا چاہیے تھا کیونکہ میں قادیان میں نہیں تھا۔

مجھ سے عقیدت رکھنے والے لوگ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ میں مصیبت کی وجہ سے یہاں آ گیا ہوں مگر جو مخالف تھے انہیں تو مجھے چھوڑ دینا چاہیے تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک واقعہ سنایا کرتے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک عورت بڑی محنتی تھی، وہ سوت کاتا کرتی تھی اور جو اُجرت ملتی تھی اس سے ایک رقم اکٹھی کر کے اس نے سونے کے کڑے بنوائے۔ ایک دن وہ سو رہی تھی کہ ایک چور آیا اور اس نے اس کے کڑے اُتارنے کی کوشش کی۔ اس نے پانچ سال کی محنت کے بعد کڑے بنوائے تھے وہ ان کی حفاظت کے لئے کچھ وقت تک چور کا مقابلہ کرتی رہی لیکن آخر چور زبردستی کڑے چھین کر بھاگ گیا۔ اس عورت نے چور کی شکل پہچان لی۔ دیہات میں عورتوں کا یہ طریق ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے باہر گلیوں میں چرخہ کاتا کرتی ہیں وہ بھی گلی میں بیٹھی ایک دن چرخہ کات رہی تھی کہ ایک شخص لنگوٹی پہنے گزرا۔ اس عورت نے اُسے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اس کے کڑے چرائے تھے۔ اُس نے اُسے آواز دی اور کہا ذرا بات سن جاؤ۔ وہ شخص گھبرایا اور وہاں سے بھاگا۔ اِس عورت نے کہا میں کسی کو بھید نہیں بتاؤں گی، صرف میری ایک بات سن لو۔ جب اس نے یہ سمجھا کہ یہ عورت جو کچھ کہہ رہی ہے سنجیدگی سے کہہ رہی ہے تو وہ واپس آیا اور اُس نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اُس عورت نے کہا دیکھو! حلال اور حرام میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ مجھے سونے کے کڑے پہننے کا شوق تھا میں نے پانچ سال کی محنت کے بعد کڑے بنوائے مگر وہ تُو لے گیا۔ میں نے پھر محنت کی اور کڑے بنوا لئے چنانچہ دیکھ لو میرے پاس اَب بھی کڑے موجود ہیں لیکن تیری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ میں بھی اُن لوگوں کو یہی جواب دیتا ہوں کہ میرے پاس کڑے اَب بھی موجود ہیں لیکن تمہاری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ بہرحال یہ خدا تعالیٰ کی سکیم تھی اور خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ قادیان سے باہر رہ کر بھی احمدیت ترقی کر سکتی ہے۔

پھر بعض منافق کہتے تھے کہ احمدیت کی ترقی رُک رہی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے کتنے بڑے انقلاب میں ڈال کر تمہیں دوبارہ اکٹھا کر دیا۔ اگر یہ سلسلہ کمزور ہوتا تو اس ابتلاء کی تاب نہ لا سکتا اور ٹوٹ جاتا، کمزور شیشہ ٹوٹ جایا کرتا ہے۔ اگر منافق لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ سلسلہ فی الواقعہ کمزور ہوتا تو بہشتی مقبرہ، مساجد، مینارۃ المسیح، کالج، سکول اور کروڑوں کی

جائدادیں چھوڑ کر یہاں آنے کے بعد لوگ کہتے کہ یہ جھوٹا تھا، اس لئے قادیان سے نکل آیا لیکن اتنی بڑی ٹھوکر کے بعد بھی جماعت متزلزل نہیں ہوئی بلکہ پھر اکٹھی ہوگئی اور اس نے دشمنانِ احمدیت کو بتا دیا کہ اتنے بڑے ابتلاء اور اتنی بڑی ٹھوکر کے بعد بھی وہ پہاڑ کی طرح کھڑی ہے اور اُس وقت تک کھڑی رہے گی جب تک کہ کفر اس سے ٹکرا کر پاش پاش نہیں ہو جاتا۔ پھر میں نے بھی ہجرت کے متعلق کھلی کھلی رؤیا دیکھی تھیں جو الفضل میں چھپ چکی ہیں اور میں نے پچھلے جلسہ سالانہ کے موقع پر سنائی بھی تھیں۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں پوری ہو چکی تھیں تو پھر مجھے یہ نظارے کیوں دکھائے گئے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے کہ اس کا نبی خبر دیتا ہے اور وہ بظاہر بعض اور لوگوں پر بھی صادق آتی ہے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام تھا A Word and Two Girls[11] (اے ورڈ اینڈ ٹو گرلز) یعنی ایک کلام اور دو لڑکیاں۔ یہ الہام اپنے اندر ایک خاص حکمت رکھتا تھا اور اس نے آئندہ کسی زمانہ میں پورا ہونا تھا لیکن جب یہ الہام شائع ہوا اُڑیسہ کے احمدی دوست قادیان آ رہے تھے اُن کے ساتھ ان کی دو لڑکیاں بھی تھیں۔ اُنہوں نے اس الہام کو اپنے اوپر چسپاں کر لیا اور کہا سُبْحَانَ اللّٰہ کتنی جلدی پورا ہوا۔ میں یہاں آیا ہوں اور میرے ساتھ دو لڑکیاں بھی ہیں۔ غرض بعض لوگ تو پیشگوئیوں کو کسی معمولی چیز پر چسپاں کر کے وہیں چھوڑ دیتے ہیں اور بعض دفعہ لوگ اُنہیں قیامت کے بغیر اور کسی چیز پر چسپاں ہی نہیں کرتے جیسے مسلمانوں نے اِس زمانہ کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں تھیں انہیں قیامت پر لگا دیا حالانکہ ہم ان کے ساتھ آجکل یورپ کو شرمندہ کر رہے ہیں۔ گویا پہاڑ ٹوٹنے کی خبر کو بعض تو گھڑا ٹوٹنے پر لگا دیتے ہیں اور بعض کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو قیامت کے متعلق ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ جب اس کی کسی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تو وہ اس کی کسی اَور ذریعہ سے بھی خبر دے دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا ''داغِ ہجرت'' اور جب اس کے پورا ہونے کا وقت آیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے بعض نظارے دکھائے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ الہام اِسی زمانہ کے متعلق تھا سو پورا ہو گیا۔

میں نے کل پرندوں کا ذکر کیا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام بھی ہے کہ یَا جِبَالُ اَوِّبِی مَعَہٗ وَالطَّیْرَ [۱۲] اے پہاڑ واور اے پرندو! تم اس مسیح کے ساتھ مل کر خدا تعالیٰ کے ذکر کو بلند کرو۔ اس الہام میں یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ آئندہ کسی وقت پہاڑوں میں بھی خدا تعالیٰ کا ذکر بلند کیا جائے گا اور اس میں مسیح بھی شامل ہوگا۔ لیکن جب وقت لمبا ہو گیا اور لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ سوسائٹیاں بنا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تمہیں انہیں رستوں سے گزرنا ہوگا جن سے پہلے انبیاء کی جماعتیں گذری ہیں۔ چنانچہ مجھے الہامات ہونے شروع ہوئے کہ ہمیں قادیان چھوڑنا پڑے گا اور کسی پہاڑی مقام میں پناہ لینی پڑے گی پھر وہاں سے ہم خدا تعالیٰ کے ذکر کو بلند کریں گے۔ یہ چیز بتاتی تھی کہ پہلی پیشگوئی ختم نہیں بلکہ ابھی چل رہی ہے۔ چنانچہ بعد میں عملاً لڑائیاں ہوئیں اور قادیان ہمیں چھوڑنا پڑا سو اَب تعبیر کی ضرورت نہیں۔ باقی رؤیا میں جو سبزہ دکھایا گیا تھا دیکھیں خدا تعالیٰ اسے کس رنگ میں پورا کرتا ہے۔ پچھلے جلسہ کے بعد جب ہم لاہور واپس جانے لگے تو میں، تین چار مستورات اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے چند آدمی موٹر کے ذریعہ گئے اور باقی افراد ٹرین کے ذریعہ۔ پہلے ٹرین لیٹ تھی اور اس کے آنے میں دیر ہو گئی اس لئے ہم نے سب سواریوں کو واپس بلا لیا لیکن جب ٹرین آئی تو ایک انسپکٹر جو ساتھ تھا اُس نے کہا کہ کچھ ڈبے لاہور سے آئے ہیں اور ریزرو ہیں ان کا دوسری گاڑی کے ساتھ لگانے کا انتظام ہوگا اور دوسری ٹرین ان کا انتظار کرے گی اس لئے ان سواریوں کو پھر ٹرین کے ذریعہ بھیج دیا گیا۔ جب ٹرین چلی تو معلوم ہوا کہ ان کا کھانا رہ گیا ہے اس پر کھانا موٹر کے ذریعہ چنیوٹ بھجوا دیا گیا۔ اب صورت یہ تھی کہ جب تک موٹر واپس نہ آئے میں لاہور نہیں جا سکتا تھا اس لئے میں لیٹ گیا۔ اُس وقت مجھ پر غنودگی سی طاری ہوئی اور اِس نیم غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھ رہا ہوں۔

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب
پاؤں کے نیچے سے مرے پانی بہا دیا

اِس سے میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کوئی ایسی صورت ضرور پیدا کر دے گا کہ پانی نکل آئے۔ سو

خدا تعالیٰ نے اِس جلسہ کی وجہ سے کہ اس کے بندے ایک بڑی تعداد میں یہاں آئے اور اُنہوں نے اس کے ذکر کو بلند کیا اِس الہام کو بھی پورا کر دیا۔ جس طرح بادشاہ کے آنے پر لوگ تحفے دیا کرتے ہیں اسی طرح اس دفعہ خدا تعالیٰ نے کہا میرے بندے آئے ہیں چلو اِنہیں تحفہ کے طور پر میٹھا پانی ہی دے دو۔ چنانچہ سرکاری ٹکڑوں میں جہاں میرا گھر بنایا جانا تجویز کیا گیا ہے اُسی جگہ کے نیچے خدا تعالیٰ نے پانی نکال دیا ہے۔ پہلے یہاں پانی نہیں نکلتا تھا ہم نے لائلپور کے محکمہ کے ذریعہ تین جگہ بورنگ کروائی مگر بے سُود لیکن عین اُس جگہ کے نیچے جہاں میرا مکان تجویز کیا گیا تھا پانی نکل آیا۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہے کہ کنویں پر انجن لگا ہوا ہے اور وہی پانی آپ لوگ استعمال کر رہے ہیں۔

میں نے جماعت کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ جن حالات سے ہم گذر رہے ہیں اِن سے بڑی بڑی قربانیاں ابھی ہمارے سامنے آنے والی ہیں۔ جیب سے کچھ خرچ کر کے گھروں میں بیٹھے ہوئے باہر مبلّغ بھیج دینے سے ہمارا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ یہ کام تو دوسری سوسائٹیاں بھی کرسکتی ہیں۔ نبیوں کی قومیں ماریں کھاتی ہیں اور وطن سے نکالی جاتی ہیں۔ پس جب تک ہم بھی ان حالات سے نہیں گزریں گے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

تحریک جدید کے اعلان کے بعد میں نے متواتر خطباتِ جمعہ میں احباب کو اس طرف توجہ دلائی تھی۔ چنانچہ یہ پہلا موقع ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ہم سے وہ کام کرایا ہے جو پچھلے انبیاء کی قومیں کرتی چلی آئی ہیں اور وہ یہ کہ ساری کی ساری قوم اپنے مرکز کو چھوڑ کر باہر آ گئی۔ جائدادیں لٹ گئیں، رشتہ دار مارے گئے، بہن بھائی قتل ہوئے، بعض عورتیں اُدھر ہی رہ گئیں۔ اب ہم اُن دروازوں سے گذرے ہیں جن سے انبیاء کی جماعتیں گزرا کرتی ہیں اور یقیناً اس کے نتیجہ میں جنت بھی تمہیں نصیب ہو جائے گی۔

لوگ کہتے ہیں قادیان سے نکلنے کے بعد ہم اپنے مقصد کو کھو بیٹھے ہیں میں کہتا ہوں کہ قادیان سے ہم نکلے اور ہم نے اپنے مقصد کو پا لیا کیونکہ ہم نے وہ کچھ کر لیا جو انبیاء کی جماعتیں کرتی چلی آئی ہیں۔ اگر ہم اِن دروازوں سے نہ گذرتے تو ایک نبی کی جماعت نہ کہلا سکتے۔ تم مجھے کسی ایک نبی کی قوم ہی دکھا دو جو بغیر تکلیفوں کے اور بغیر وطن سے نکلنے کے جیتی ہو۔

آخر دنیا کو فتح کرنا کوئی کھیل نہیں کہ ایک انجمن بنا لی اور مثلاً اس کا نام ’’ترقی اسلام‘‘ یا ’’حمایت اسلام‘‘ رکھ لیا اور سمجھ لیا کہ ہم اسلام کو دنیا میں غالب کر دیں گے۔ اِس قسم کی انجمنوں سے انبیاء کی قومیں نہیں جیتا کرتیں۔ انبیاء کی جماعتیں قتل کی جاتی ہیں، اُنہیں وطنوں سے نکالا جاتا ہے، اُن کی جائدادیں لوٹی جاتی ہیں تب وہ کامیاب ہوا کرتی ہیں۔

پھر ایک اور چیز بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ اگر تم اپنے وطنوں سے نکالے گئے ہو، اگر تم میں سے بعض قتل کئے گئے ہیں اور تمہاری جائدادیں لوٹی گئی ہیں تو تمہارے ساتھ دوسرے لوگ بھی تو ہیں جن کے ساتھ ایسا سلوک ہوا یہ کیوں ہوا؟ میں کہتا ہوں آؤ ذرا قرآن کریم دیکھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے نکلنے کے متعلق جہاں ذکر آتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے مصر کو چھوڑا تو ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو آپ کی جماعت میں شامل نہیں تھے۔ پس بعض دفعہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے ابتلاء بھی لائے جاتے ہیں کہ وہ صرف نبی کی قوم پر ہی نہیں آتے بلکہ اُن کے ساتھ دوسروں پر بھی آتے ہیں مگر مقصود صرف نبی کی جماعت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو غیر از جماعت لوگ آئے کنعان اُنہیں نہیں ملا۔ کنعان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ملا۔ اِسی طرح تمہارے ساتھ جو دوسرے لوگ مشرقی پنجاب سے نکلے تھے اُنہیں کوئی مرکز نہیں ملا۔ مرکز ملا ہے تو تمہیں ملا ہے کیونکہ اس سے مقصود صرف تم ہی تھے۔ تم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم اکٹھے رہیں گے خواہ جنگل میں ہی ہمیں بسنا پڑے۔ یہی عزم نبیوں کی جماعتوں میں پایا جاتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے عزم کر لیا تھا کہ وہ اکٹھے رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں کنعان کا مُلک دے دیا لیکن اس کے غیر نے یہ عزم نہیں کیا تھا۔ یہی عزم ہے جو انبیاء کی جماعتوں کو کامیاب بناتا ہے۔ یہی عزم ہے جس کی طرف میں تمہیں توجہ دلاتا ہوں۔ تم یہ عزم کر لو کہ ہم اکٹھے رہیں گے اور خواہ ہمیں کتنی ہی تکلیفیں دی جائیں ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح کو کہا جائے گا کہ پہاڑوں پر جا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یہی کہا گیا تھا کہ تو ہجرت کرے گا لیکن آپ فوت ہو گئے اور آپ کے زمانہ میں یہ بات پوری نہ ہوئی اب کیا اس کے یہ

معنی ہیں کہ وہ بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کہی وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہ جھوٹی نکلی؟ یا کوئی ایسی گنجائش ہے کہ اس کے معنی بدل سکیں؟ یاد رکھنا چاہیے کہ بخاری میں لکھا ہے جب دنیا سے ایمان اُٹھ جائے گا تو خدا تعالیٰ فارسی النسل لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے کرے گا جو ایمان کو پھر اِس دنیا میں واپس لائیں گے۔[۱۳] بعض روایات میں رجلٌ کا لفظ آتا ہے اور بعض روایات میں رجالٌ کا لفظ آتا ہے۔ یعنی یہ پیشگوئی ایک سے زیادہ اشخاص کے ہاتھ سے پوری ہوگی۔ رجالٌ کا لفظ استعمال کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ یہ پیشگوئی ایک ہی شخص کے متعلق نہ سمجھ لینا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی واضح کر دیا کہ کسی نبی کے خلیفہ کے ذریعہ بھی اُس کی بعض پیشگوئیاں پوری ہو جاتی ہیں اس لئے ضروری نہیں کہ یہ پیشگوئی یعنی ہجرت کی پیشگوئی میرے ہی ذریعہ پوری ہو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ پیشگوئی میرے کسی ظل کے ذریعہ سے پوری ہو۔ پھر میں نے جو رؤیا میں دیکھا کہ میں مسیح موعود ہوں تو اس سے بھی یہ سوال حل ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میرا ایک بیٹا ہوگا جو حسن و احسان میں میرا نظیر ہوگا۔[۱۴] پھر ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اَور بھی مسیح کا مثیل بن کر آوے۔[۱۵]

مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مجھے فرمایا کہ میاں! اپنے ابا سے پوچھو تو سہی کہ وہ مسیح کونسے ہیں اور وہ کب ہوں گے؟ بہرحال جب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت قریب آیا تو میں نے وہ رؤیا دیکھا جس میں میرے منہ سے نکلا اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَ خَلِیْفَتُہٗ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ پیشگوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پوری ہونی تھی تو اُس نے میرے منہ سے نکلوا دیا کہ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ۔ میں بھی مسیح موعود ہوں گویا ساڑھے تین سال قبل اِس کی پیش بندی کر دی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ اُس وقت ختم نہیں ہوا جبکہ وہ فوت ہوئے بلکہ وہ جاری رہنے والا تھا اور اُس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ اسلام قوت نہیں پکڑتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ میرا زمانہ اس لئے حضرت مسیح موعود کا زمانہ

ہے کہ دوبارہ بعثت مسیحی میں ابھی کچھ وقفہ ہے اس لئے میں اس وقفہ کو پورا کرنے کیلئے ہوں۔ جب وہ ہوگی تو یہ خلیج پاٹ کر ایک ہی زمانہ پھر شروع ہو جائے گا۔ پس درحقیقت آپ کا زمانہ ممتد ہے میرے زمانہ تک۔ جب تک میں ہوں اُس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی زمانہ ہے پھر اَور مسیح ہوں گے شاید وہ کچھ وقفہ کے بعد ہوں لیکن مقدر یہی ہے کہ اسلام کے استحکام کے لئے بار بار مسیح دنیا میں آئیں اور انہیں آنا چاہیے کیونکہ جتنا نقصان مسیحؑ کی اُمت نے اسلام کو پہنچایا ہے اتنا نقصان اور کسی نے نہیں پہنچایا اس لئے اسلام کے استحکام پر بھی خدا تعالیٰ مسیح کی اُمت کو ہی لگانا چاہتا ہے۔

غرض تمام پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ یہ زمانۂ مسیح موعود ہے اور میں اُن کا بروز اور اُن کا نام پانے والا ہوں۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا مسیح موعود سے کہے گا کہ پہاڑ پر چلے جاؤ تو اِس سے مراد میں تھا۔ چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ میں قادیان سے ہجرت کر کے ایک پہاڑی علاقہ میں جاؤں گا۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آؤ ہم ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں جس میں سلسلہ کا نیا مرکز بنانے کی طرف اشارہ تھا تو اِس سے بھی مراد میں تھا۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے ہجرت ضروری ہے اس لئے ان کو بھی ہجرت کا موقع ملے گا تو اس سے میں ہی مراد تھا کہ میرے ذریعہ سے آپ کو ہجرت نصیب ہوگی اور یہ سمجھایا گیا تھا کہ نادان اور کمزور کہیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاش کو قادیان میں چھوڑ کر چلے گئے اس لئے اُن کو سمجھانے کے لئے خدا تعالیٰ نے کہا کہ نہیں مسیح موعود خود قادیان سے نکل کر ہجرت کر گیا یعنی میرے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح حلول کر کے قادیان سے آ گئی ہے۔ نادان کہے گا وہ اَور تم اَور، دو وجود ایک کیسے ہو گئے؟ میں انہیں کہتا ہوں یہ اُسی طرح ہوا جس طرح خدا کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ جب مریم اور مسیح ایک ہو سکتے ہیں تو میں اور مسیح ایک کیوں نہیں ہو سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ میں مریم بھی ہوں اور مسیح بھی ہوں۔ [۱۶] پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کہا کہ خدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں تو

کفار نے کہا اِس نے تو سب خداؤں کو ایک بنا دیا ہے۔ اگر سب خداؤں کو ملا کر ایک خدا کی تعلیم دی جا سکتی ہے، اگر مریم اور مسیح ایک ہو سکتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے مسیح کا نام پانے والا بھی ایک ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ جو الٰہی رازوں کو نہیں سمجھتے وہ اعتراض کر دیتے ہیں۔

۱۳۰۰ سال ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے مگر خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ میں عرب سے ہجرت کر کے مسجد اقصیٰ میں آئیں گے۔ وہ کونسا نسخہ ہے جس سے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب سے ہندوستان میں لاتے ہو۔ پھر اُس نے اِس وعدہ کو دُہرا کر فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں'' [۱۷] وہ کونسا نسخہ ہے یا وہ کونسی تاویل ہے جس کے ذریعہ تم اِس الہام کو حل کرتے ہو۔ اگر تمہارے خیال میں یہ سب باتیں سچی تھیں اور تم اِنہیں سچی کہتے ہو تو اس رنگ میں تم اس مشکل کو بھی حل کر سکتے ہو۔ کیا یہ ہوا کرتا ہے کہ مُردے واپس آ جائیں؟ مگر جبکہ تمہارے دشمن کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے ایسا نہیں ہوسکتا، تم کہتے ہو ہو گیا اور مسیح موعود کے ذریعہ سے ہو گیا اب بھی منافق کہتا ہے یہ کیونکر ہوا؟ میں کہتا ہوں جس طرح خدا تعالیٰ کی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایلیا یوحنا کے ذریعہ سے آیا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کے ذریعہ سے آئے اور مسیح موعود میرے ذریعہ سے آئے۔ اگر نہیں آئے تو بتاؤ کیا وہ پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں؟ کب گئے تھے مسیح موعود پہاڑ پر؟ کب اُنہوں نے ہجرت کی؟ کیا خدا تعالیٰ نے جھوٹ بولا یا تم نے جھوٹ سمجھا؟ مگر خدا تعالیٰ جھوٹ نہیں بولتا۔ جھوٹا منافق یا کافر ہی ہوتا ہے مگر مؤمن خدا تعالیٰ کی باتوں پر ایمان لاتا ہے خواہ اس کے لئے اسے سر ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

اے سننے والو سُنو، اور اے سوچنے والو سوچو! جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ دنیا نہیں چاہتی تھی کہ ایسا ہو مگر خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ ایسا ہو۔ خدا تعالیٰ کی باتیں پوری ہو چکی ہیں جن کی آنکھیں ہیں دیکھتے ہیں، جن کے کان ہیں سنتے ہیں، منکر انکار ہی کرتے چلے جائیں گے، بہرے یہی کہتے جائیں گے کہ کوئی آواز نہیں آئی، اندھے یہی کہتے جائیں گے کہ ہمیں کچھ نظر نہیں آیا لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ وہ پیشگوئی جس میں کہا گیا تھا کہ مسیح موعود پہاڑی علاقہ میں جائے گا اور وہ

پیشگوئیاں جن میں کہا گیا تھا کہ اے پہاڑو! اور اے پرندو! ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم مسیح موعود کے ساتھ مل کر ذکرِ الٰہی کرو، اِن پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا پھر پیدا نہ ہوگا کیونکہ یہ پوری ہو چکی ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں اور وہ دوبارہ اِس دنیا میں آئیں گے مگر یہ لوگ اسی طرح انتظار کرتے جائیں گے یہاں تک کہ نسل کے بعد نسل گزرتی جائے گی لیکن آسمان سے کوئی نہیں آئے گا۔ اِسی طرح میں کہتا ہوں کہ لوگ شاید اِس انتظار میں ہوں کہ کوئی اَور مسیح آئے گا جو پہاڑی علاقہ میں جائے گا اور جس کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مل کر ذکرِ الٰہی کو بلند کریں گے لیکن وہ انتظار کرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ اُن کی نسل کے بعد نسل گذر جائے گی اور غالباً یہ انتظار کرنے والے احمدی ہی ہوں گے مگر وہ مسیح جسے پہاڑ پر جانے اور ایک نئی بنیاد رکھنے کا حکم تھا وہ اب کبھی نہیں آئے گا کیونکہ وہ آ چکا ہے۔ اب قیامت تک دوسرا ان پیشگوئیوں کا پورا کرنے والا پیدا نہ ہوگا۔ منافق ہنستے چلے جائیں گے، منکر انکار کرتے جائیں گے مگر ایک دن ان کی امیدوں کا پودا خشک ہو جائے گا، اُمنگوں کی عمارت گر جائے گی تب وہ حسبِ عاداتِ منکرین سرے سے ان پیشگوئیوں ہی کا انکار کر دیں گے۔ مگر جس طرح انتظار سے کچھ نہیں بنے گا انکار سے بھی کچھ نہیں بنے گا دُلہنیں اپنے سنگھار سے خوش وخرم ہوں گی، بیوائیں خون کے آنسو بہاتی چلی جائیں گی۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ربوہ کی پوزیشن کیا ہے۔ **ربوہ کو خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کا دوسرا مسکن مقرر فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسیح موعود کی الہامی جائے پناہ قرار دیا ہے۔ میرے الہامات نے اس پیشگوئی کے قرب میں پورا ہونے کا اعلان کیا ہے۔ سو اب یہ مقدس ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی مقدس جگہیں ہوتی ہیں۔** مجھے تعجب آتا ہے کہ سکھ تو اپنے گوروؤں کی جگہ کو مقدس سمجھتے ہیں لیکن ہماری جماعت کا یہ عجیب احساس ہے کہ وہ سمجھتی ہے جو چاہے یہ حق لے لے حالانکہ سب سے پہلے ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی جگہوں کو مقدس کہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدس قرار دی گئی ہیں۔

پس اب یہ ایک مقدس مقام ہے اور یہاں کی عبادتیں دوسری جگہوں کی عبادتوں سے اچھی

ہیں اور یہاں کی رہائش دوسری جگہوں کی رہائش سے اچھی ہے۔ لوگ کہیں گے کیا یہ مکہ ہے؟ میں کہوں گا نہیں۔ لوگ کہیں گے کیا یہ بیت المقدس ہے؟ میں کہوں گا نہیں۔ لوگ کہیں گے کیا یہ مدینہ ہے؟ میں کہوں گا نہیں۔ لوگ کہیں گے اچھا تو کیا یہ قادیان ہے؟ میں کہوں گا نہیں۔ لوگ کہیں گے پھر یہ کیا ہے اور یہ گردوغبار کی جگہ جو رہائش کے لئے بھی موزوں نظر نہیں آتی جو ہزاروں سال سے ویران پڑی تھی جس کے متعلق گورنمنٹ کے کاغذات میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ کاشت کے ناقابل ہے یہ کس طرح مقدس ہوگئی اور اس کو برکت کہاں سے ملی؟ میں کہوں گا یہ خدا تعالیٰ کے مقدسوں کی جائے پناہ ہے اور اِس کو وہیں سے برکت ملی ہے جہاں سے باقی مقدس مقاموں اور بہت سے جانے نہ جانے مقامات کو برکت ملی ہے۔

ایک عورت اور ایک بچہ آج سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال پہلے خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے نکلے تھے اور ایک جگہ نے ان کو پناہ دی۔ زمین نے انہیں پانی دے دیا۔ اُس جگہ میں کیا رکھا تھا؟ وہ بے آب و گیاہ جگہ تھی اور کوئی جانا پہچانا نبی ہمیں ایسا معلوم نہیں ہوتا جو وہاں رہ کر عبادتیں کیا کرتا ہو لیکن خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ اس زمین نے میرے پیاروں کو پناہ دی ہے تو اُس نے کہا میری رضا کی تلاش کرنے والی روحوں کو پناہ دینے والی جگہ تُو بابرکت ہو جا اور وہ بابرکت ہوگئی۔ اُس جگہ کو برکتیں ملنے کی وجہ صرف اتنی تھی کہ اس نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو پناہ دی اور جب اس نے پناہ دی تو خدا تعالیٰ نے عرش سے اسے دیکھ کر کہا کہ اے زمین! تو نے میری رضا کی خاطر بھاگنے والوں کو پناہ دی ہے۔ دنیا تجھے بیکار سمجھتی ہے، تو کسی کام کی نہیں تھی مگر تو نے وہ کام کیا جو کسی نے نہ کیا جو سرسبز و شاداب کھیتوں نے نہ کیا۔ میں کہتا ہوں تو ہو جا بابرکت۔ جس ذات نے کُنْ [۱۸] کہا اور سب چیزیں پیدا ہوگئیں اُسی ذات نے اُسے کہا تو بابرکت ہو جا اور وہ بابرکت ہوگئی۔ وہ پناہ لینے والے بھی فوت ہو گئے اور ان پناہ لینے والوں کی اولاد بھی کچھ عرصہ بعد روزی کی تلاش میں اُس جگہ کو چھوڑ کر مُلک میں پھیل گئی۔ صدیوں بعد زمانۂ محمدی کے قریب پھر ایک باہمت انسان انہیں مکہ میں جمع کر کے لایا لیکن وہ بابرکت رہی تب بھی جب وہ آباد تھی اور وہ بابرکت رہی تب بھی جب وہ ویران تھی۔ وہ بابرکت تھی جب خدا تعالیٰ کا آخری اعلان وہاں سے سنایا گیا اور وہ بابرکت تھی جب کہ خدا تعالیٰ کا

آخری شارع وہاں سے مجبور کر کے نکال دیا گیا کیونکہ خدا تعالیٰ کی یہ سنّت ہے کہ جگہوں کی برکت واپس نہیں کی جاتی کیونکہ وہ گناہ نہیں کرتیں جس کے خمیازہ میں ان سے برکت چھینی جائے۔ آدمی گناہ کرتے ہیں، خاندان گناہ کرتے ہیں اور اُن سے برکتیں چھین لی جاتی ہیں لیکن جگہوں سے برکتیں واپس نہیں لی جاتیں۔

پھر ایک خدا کا بندہ اور اُس کی قوم شاہانِ مصر کے ظلموں سے تنگ آ کر مصر سے نکلے۔ کنعان کی زمین نے اُن کو پناہ دی۔ پس کنعان کا دل یروشلم بابرکت ہو گیا۔ وہ بابرکت رہا اُس قوم کی نبوت کے زمانہ میں۔ اور وہ بابرکت رہا اُس قوم کی نبوت کے ختم ہونے کے بعد بھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جب کسی جگہ کو برکت دیتا ہے تو پھر اُسے واپس نہیں لیتا۔ کیونکہ انسان کبھی خدا تعالیٰ کا باغی ہو کر برکت کھو بیٹھتا ہے مگر جگہ باغی نہیں ہوتی اس لئے اُس کی برکت دائمی ہوتی ہے۔ وہ زندہ پیغام سے کم بابرکت ہوتی ہے مگر بوجہ موت نہ آنے کے ہوتی ہمیشہ کے لئے بابرکت ہے۔

ایک خدا کا پہلوان، کائنات کا اصلی راز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ظلموں سے تنگ ہو کر مکہ جیسی بابرکت بستی کو چھوڑ کر نکلا۔ یثرب نے اُس کے لئے اپنی گود کھول دی۔ یثرب کی بیٹیوں نے اُس کے راستہ میں اپنی آنکھیں بچھا دیں۔ عرش پر خدا تعالیٰ نے یہ نظارہ دیکھا اور وہ خوش ہو گیا۔ اُس نے کہا یہ زمین جس نے میرے پیارے کو برکت دی، برکت والی ہوا اور وہ برکت والی ہو گئی۔ خدا تعالیٰ نے مکہ سے برکت نہیں چھینی کیونکہ اُس کی برکتوں کا خزانہ محدود نہیں ہے۔ اُس نے نئی برکت اُس دوسری بستی کو دے دی۔ پھر وہ محبوب بھی اِس دنیا سے چلا گیا اُس کا بنایا ہوا مرکز بھی وہاں سے نکل کر عراق اور شام کی طرف منتقل ہو گیا مگر اُس جگہ کی برکت قائم رہی کیونکہ خدا تعالیٰ جو انعام کیا کرتا ہے اُسے بلا وجہ واپس نہیں لیا کرتا۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ اسلام غریب ہو گیا۔ خدا تعالیٰ اپنی مملوکہ دنیا میں ایک اجنبی کی طرح دیکھا جانے لگا اور اُس کی مہمان نوازی سے دنیا نے انکار کر دیا۔ مگر قادیان کے ایک فرد نے اُسے اپنے دل میں جگہ دی، عزت سے اپنے گھر لے گیا اور خدا تعالیٰ نے کہا اے قادیان کی بستی! تو بابرکت ہو جا اور وہ بابرکت ہو گئی۔ وہ برکت اب کبھی نہیں چھینی جائے گی، اس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہو گا۔

برکتوں والے لوگ وہاں سے چلے جائیں، برکتوں والے ادارے وہاں سے منتقل ہو جائیں مگر برکت وہاں سے نہیں جائے گی۔ جو بھی اور جب بھی وہاں برکت کے لئے جائے گا اُسے وہاں برکت ملے گی۔ پھر ایک دن آیا کہ دنیا کی وجاہت چاہنے والوں نے اس پُر امن بستی پر حملہ کیا اور خدا تعالیٰ کی یاد میں بسر کرنے والے اور صداقت کو پھیلانے والے مسکین بندے قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے، وہ گھروں سے پریشان ہو کر نکلے اُنہوں نے چاروں طرف نگاہ کی، معمور شہروں، آباد قصبوں اور زرخیز زمین نے انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیا، ان کے ساتھ بھاگنے والے چاروں طرف پھیل گئے مگر یہ حیران تھے کہ ہم کہاں جائیں کیونکہ وہ ایک مقصد رکھتے تھے اور اس کے لئے اکٹھا رہنا ان کے لئے ضروری تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے سپاہی تھے اور اکٹھا رہنا اور اکٹھا لڑنا جانتے تھے۔ وہ حیران تھے کہ چناب پار کی پہاڑیوں نے اُنہیں دعوت دی، بہتے ہوئے پانی کے پاس ایک اونچے ٹیلے نے کہا اے خدا کی راہ میں بھاگنے والو! اِدھر آ ؤ۔ میری چھاتیوں میں دودھ نہیں ہے مجھے کبھی بھی دنیا کے نوجوانوں نے اپنے لئے قبول نہیں کیا مگر میں اپنی خشک چھاتیاں اور جھلسا ہوا سینہ تمہارے لئے پیش کرتی ہوں اور ان بھاگنے والوں نے خدا کا شکر کیا اور اِس جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔ جس طرح مکہ میں ایک دائی کو سب لوگوں نے اپنے بچے دینے سے انکار کر دیا تھا مگر اُس نے خالی ہاتھ جانا پسند نہ کیا اور وہ ایک ایسے بچے کو لے گئی جو یتیم تھا، جس کی ماں بیوہ تھی اور جس کے گھر سے اُسے کچھ ملنے کی امید نہ تھی۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ نے اِنہیں بھی ایک ایسی دائی دی جس کا گھر آمنہ کے گھر کی طرح خالی تھا۔ پس اُنہوں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُنہوں نے اس میں خدا تعالیٰ کی باتوں کو پورا ہوتے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے بھی عرش سے اِس امر کو دیکھ کر کہا اے بے آب وگیاہ وادی! تُو بابرکت ہو کہ تو نے میرے لئے بھاگنے والوں کو پناہ دی اور وہ بابرکت ہوگئی۔ اس نے یہ برکت کسی اَور سے نہیں چھینی۔ مکہ کی برکتیں اُسی کے پاس ہیں، یروشلم کی برکتیں اُسی کے پاس ہیں۔ مدینہ کی برکتیں اُسی کے پاس ہیں، قادیان کی برکتیں اُسی کے پاس ہیں، اِس کو یہ برکت خدا کے خزانہ سے ملی ہے جس کے خزانے غیر محدود ہیں۔ وہ جو اِس پر حسد کرتا ہے حسد کرتا چلا جائے۔ دینے والے نے دے دیا اور لینے والے نے لے لیا۔ اب حاسد کے لئے سوائے دانت پیسنے اور رونے کے

کچھ نہیں۔ اب یہ جگہ ہمیشہ کے لئے بابرکت ہے خواہ ہمیں اِسے کسی وقت چھوڑنا ہی پڑے۔ اس کی برکت اس سے کبھی چھینی نہیں جائے گی بلکہ پیش گوئیوں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ قیامت سے پہلے یہ جگہ ضرور ایک دفعہ علم محمدی کے سربلند کرنے کا موجب ثابت ہوگی اور اسرافیل یہاں سے ایک دفعہ ضرور اپنا صور پھونکے گا لیکن میں کہتا ہوں خواہ اوپر کے امور میں سے کوئی بھی درست نہ ہوتا پھر بھی جماعت کے لئے ایک مرکز کی ضرورت تھی۔ اگر کسی کے پاس روحانی آنکھیں نہیں کہ وہ اِس چیز کی اہمیت کو محسوس کر سکے تو کم از کم اتنی عقل تو اُس میں ہونی چاہیے کہ وہ اِس بات کو سمجھ سکے کہ بغیر مرکز کے جماعت ترقی نہیں کر سکتی۔

قادیان بے شک ہمارا مرکز ہے مگر اِس کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہماری زندگی کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ پس جب کبھی ہمارا عملی مرکز وہاں سے جدا ہو، اس عرصہ میں بھی کوئی نہ کوئی مرکز ضروری ہے تاکہ اجتماعی کام خوش اسلوبی سے ہوسکیں وہ ربوہ نہ سہی کوئی سہی۔ اور اَور کوئی نہ ہو تو ربوہ سہی۔ بہرحال جب تک ہم اکٹھے نہیں رہیں گے اُس وقت تک اسلام کی ترقی کے لئے سکیمیں کس طرح بنائیں گے۔ اکٹھے نہ بیٹھیں گے تو مل کر کام کس طرح کریں گے۔ ہمارے مبلغ کہاں تیار ہوں گے، لٹریچر کہاں تیار ہوگا، لائبریریاں کہاں قائم ہوں گی، دین سیکھنے کے خواہش مند دین کہاں سیکھیں گے، روپیہ کہاں جمع ہوگا، سکول کہاں بنائے جائیں گے، مبشرین کی کلاسیں کہاں کھولی جائیں گی۔ پس اگر یہ پیش گوئیاں نہ بھی ہوں تب بھی ہمیں کوئی نہ کوئی جگہ مرکز کے لئے اختیار کرنی پڑے گی۔ اگر کسی کے پاس روحانی آنکھیں نہیں تو بے شک وہ ان باتوں کو نہ مانے جن کو میں نے ابھی بیان کیا ہے اِس میں میرے لئے گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی باتیں ہیں جو پوری ہو کر رہیں گی لیکن انہیں کم از کم اتنا تو ماننا پڑے گا کہ ہمارے لئے اپنے کام کو جاری رکھنے کے لئے مرکز بنانا ضروری ہے اور جب ہمیں کسی نہ کسی جگہ مرکز بنانا ہی پڑے گا تو اس کو آباد کرنا بھی جماعت کا ہی کام ہے۔ قادیان سے نکلنے کے بعد ہمارا کام بہت ترقی کر گیا ہے۔ وہی مبلّغ جو دوسرے ممالک میں بیٹھے نہایت سستی کے ساتھ کام کر رہے تھے اُنہیں یکدم ہوش آ گیا اور وہ بڑے بڑے عالم اور فقیہہ بن گئے ہیں اور اپنے کام کو اُنہوں

نے وسیع کر لیا ہے۔ قادیان سے نکلنے سے پہلے ہماری جماعت جتنی معروف تھی اُس سے کئی گنا زیادہ اب معروف ہے۔ قادیان سے نکلنے سے پہلے جتنے لوگ اس کی طرف متوجہ تھے اُس سے بہت زیادہ لوگ اب توجہ کر رہے ہیں۔ غرض قادیان سے نکلنے کے بعد ہمارے مشنوں میں یکدم بیداری پیدا ہوگئی ہے اور اب وہ جوان ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے ہماری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں اور مبلّغ بننے کے لئے باہر سے لوگ آ رہے ہیں۔ شروع میں مسٹر کنزے اور ایک دو چینی طالب علم آئے تھے اب رشید احمد (امریکن نَو مسلم) آئے ہیں ابھی ایک اور جرمن اور ایک امریکن خاتون دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہاں آنے والے ہیں اُن کی تعلیم کا انتظام ہمیں کرنا ہوگا۔ اب اگر مرکز نہ ہو تو یہ کہاں تعلیم حاصل کریں گے۔ قادیان میں ہمارے سکول تھے، کالج تھا، جامعہ احمدیہ تھا، لڑکیوں کا سکول تھا، کروڑوں کی جائدادیں تھیں، بارہ تیرہ مساجد تھیں، دفاتر تھے یہاں پر سب عمارتیں نئے سرے سے بنانی پڑیں گی۔ پھر قادیان میں کارکنوں کے اپنے مکانات تھے اور یہاں وہ بھی بنانے پڑیں گے۔ ان سب کیلئے روپیہ کی ضرورت ہے۔

۱۹۴۷ء میں میں نے ایک لاکھ روپیہ کی تحریک کی تھی لیکن دو جلسوں پر اور عارضی رہائش کے لئے عمارتیں بنانے میں ہی بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوگیا ہمارا اندازہ تھا کہ پندرہ ہزار میں سوائے چند پکی عمارتوں کے کچی عمارتیں بن جائیں گی۔ مسجد مبارک کے لئے تو دوستوں نے چندہ دیا ہے اور امید ہے کہ ایک دو ماہ کے اندر اندر مسجد تیار ہو جائے گی۔ پھر بڑی مسجد کے لئے چندہ کا اعلان کیا جائے گا اِس کے بعد ہمیں سکولوں اور کالجوں کے لئے بھی چندہ کرنا پڑے گا۔ سلسلہ کی مالی حالت یہ ہے کہ ہندوستانی جماعتوں کا چندہ جو دو لاکھ روپیہ تھا اب نہیں ملتا اور اِدھر کام بڑھ گیا ہے۔ میں نے یہ تجویز کی ہے کہ گورنمنٹ نے زمین کی جو واجبی قیمت تھی وہ تو لے لی ہے۔ جب ہم یہاں بس جائیں گے تو کالجوں اور سکولوں کی وجہ سے لازماً لوگ یہاں مکان بنائیں گے اس لئے جو زیادہ قیمت مل سکے وہ ہمارا حق ہے اور ہمیں لینی چاہیے کیونکہ ہماری وجہ سے لوگ یہاں بسیں گے اور مکانات بنائیں گے۔ پس میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کے وقت میں اِس جگہ کی آبادی کے لئے جو سامان کرے گا اُسی روپیہ سے عمارتیں بن جائیں گی۔ تین لاکھ پچاس ہزار کی زمین فروخت ہو چکی ہے اور اِس سے عارضی مکانات بنائے

جائیں گے لیکن اِن اخراجات میں سے کچھ حصہ ایسا بھی ہے جو واپس آ جائے گا۔ مثلاً لکڑی ہے یہی لکڑی دوسرے مکانات کے کام آ جائے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی تدبیر تھی کہ بجائے اِس کے کہ وہ ہم پر کوئی نیا بوجھ ڈالے، ہمیں اِس زمین سے ہی روپیہ مل رہا ہے۔ اب زمین بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ صرف چار سَو کنال کا ٹکڑا ایسا رہ گیا ہے جو فروخت نہیں ہوا جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہی قیمت رہی تو تین لاکھ روپیہ کی اور امید ہو سکتی ہے مگر بعد میں آنے والوں کو مرکز میں دیر سے آنے کا کچھ خمیازہ بھی بھگتنا چاہیے۔ اگر زمین کی قیمت کچھ بڑھا دی گئی تو شاید کچھ اور رقم آ جائے اور پندرہ سولہ سَو روپیہ مزید مل جائے۔ اگر میری یہ رائے صحیح ہے کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے بلکہ میں رَای العین کی طرح کہہ سکتا ہوں کہ یہ خدا کا قائم کردہ ہے تو پندرہ سَو کیا پندرہ ہزار بھی آ جائیں گے بہرحال اِس وقت ہمیں پندرہ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے تین لاکھ پچاس ہزار کی تو زمین بِک چکی ہے اور تین چار لاکھ روپیہ کی اَور آمد ہو گی مگر ضرورت ہے پندرہ لاکھ روپیہ کی۔ آٹھ لاکھ روپیہ باقی رہ جاتا ہے وہ کہیں سے پورا کرنا ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ چندہ حفاظت مرکز کے وعدے جن کے ذمہ واجب الادا ہیں وہ ادا کر دیں۔ اگر ان لوگوں نے جو اَب سستی کر رہے ہیں کوشش کی تو شاید چار پانچ لاکھ اَور بھی جمع ہو جائے۔ یہ بارہ تیرہ لاکھ کے قریب ہو جاتا ہے۔ رہ گیا تین لاکھ روپیہ اِس کے لئے میں چند تجاویز دوستوں کے سامنے رکھتا ہوں جن پر عمل کر کے وہ بغیر تکلیف اُٹھائے ربوہ کی آبادی میں مدد دے سکتے ہیں۔

یہ تو میں نے اشارہ کر دیا ہے کہ جو یہاں آنا چاہتے ہیں وہ آ جائیں ورنہ بعد میں ہزار ہزار، پندرہ پندرہ سَو روپیہ فی کنال کے حساب سے بھی زمین نہیں مل سکے گی۔ دوست اگر کوشش کریں تو یہ کوئی مشکل امر نہیں اگر وہ الگ الگ زمین لیں تو شاید سالوں میں بھی یہاں مکان نہ بنا سکیں لیکن اگر دو دو، تین تین مل کر ایک ٹکڑہ خرید لیں اور مکان بنا لیں، پھر دوسرا ٹکڑا خرید لیں اور مکان بنا لیں تو بڑی آسانی سے وہ یہاں مکان بنا سکتے ہیں۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ امانت تحریک جدید اور امانت صدر انجمن احمدیہ کی برکت کو تو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے یہاں روپیہ جمع کرنے کی وجہ سے گذشتہ فسادات میں ہزاروں احمدیوں کا

روپیہ بچ گیا ہے۔ جو لوگ امانت تحریک جدید میں یا صدر انجمن احمدیہ کے پاس روپیہ رکھواتے تھے ان کی ساری کی ساری رقمیں محفوظ رہی ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص نے پانچ ہزار روپیہ امانت میں رکھوایا تھا تو اُسے پانچ ہزار کا پانچ ہزار ہی مل گیا ہے اور اِدھر آ کر اُس نے اس سے مختلف تجارتیں اور دوسرے کاروبار کامیاب طور پر چلا لئے ہیں لیکن جنہوں نے امانت میں روپیہ نہیں رکھوایا تھا بلکہ نفع کی خاطر کسی اور شخص کو دے دیا تھا اور کہتے تھے کہ ہمیں پچیس فیصدی منافع ملے گا، اُن کو نہ پچیس فیصدی منافع ملا اور نہ اصل رقوم ہی ملیں۔ پچیس فیصدی منافع لیتے لیتے اُن کی اصل رقوم بھی ضائع ہوگئیں۔ اب بھی میں بتاتا ہوں کہ تمہارا فائدہ اِسی میں ہے کہ تم اپنا روپیہ امانت تحریک جدید یا امانت صدر انجمن احمدیہ میں جمع کراؤ یہ مفت کا ثواب ہے جو تمہیں حاصل ہوسکتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص اپنا سارے کا سارا روپیہ تجارت میں نہیں لگاتا۔ فرض کرو تم پانچ پانچ روپے بھی امانت تحریک جدید یا امانت صدر انجمن احمدیہ میں جمع کراؤ تو دس لاکھ روپیہ جمع ہو جاتا ہے پھر روپیہ واپس لینے میں کوئی مشکل بھی نہیں۔ کسی نوٹس کی ضرورت نہیں چاہے آج جمع کراؤ اور کل لے جاؤ۔ بلکہ میں کہتا ہوں اگر کسی میں ایمان ہو تو جب وہ ربوہ میں آئے تو اگر اس کے پاس پانچ روپے بھی ہوں تو وہ آتے ہی یہاں جمع کرا دے اور پھر جاتے ہوئے لے لے۔ اِس طرح چھوٹی سے چھوٹی رقم سے بھی جماعت فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ چھوٹی چھوٹی رقوم سے کس طرح فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے؟ سو یہ ایک اقتصادی راز ہے جو ہر شخص نہیں جانتا مگر میں بتا دیتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔ دنیا میں جتنے بینک ہیں اِن کے پاس امانتیں ہوتی ہیں اور وہ اِن امانتوں سے بڑی بڑی آمدنیں پیدا کر لیتے ہیں۔ ایک دفعہ الائیڈ بنک کا جنرل مینیجر جو انگریز تھا مجھے امرتسر سے ملنے کے لئے آیا اور اُس نے کہا مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ کے خزانہ میں دس پندرہ لاکھ روپیہ پڑا ہے وہ آپ ہمارے بنک میں کیوں جمع نہیں کرا دیتے ہم آپ کو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں گے۔ میں نے کہا تم امرتسر سے چل کر یہاں آئے ہو آخر کوئی بات تو ہے۔ اُس نے کہا یہ دس پندرہ لاکھ روپیہ ہمارے بینک میں جائے گا تو ہم بہت کچھ کما لیں گے۔ میں نے اُسے کہا تم مجھے وہ راز بتاؤ جس کے ذریعہ تم اِس روپیہ سے بہت کچھ کما لو گے۔ میں نے تو اپنے دفتر والوں کو یہ ہدایت دی ہوئی ہے کہ روپیہ میں سے اٹھنی خرچ کرنی ہے

اٹھنی خرچ نہیں کرنی۔ اُس نے کہا ہم تو دس آنہ میں سے ایک آنہ رکھتے ہیں نو آنے خرچ کر لیتے ہیں مثلاً ایک لاکھ روپیہ اگر ہمارے پاس ہو تو نوے ہزار سے ہم تجارتیں کرتے ہیں اور دس ہزار خزانہ میں پڑا رہتا ہے۔ کبھی گاہک اتنا روپیہ ایک ہی دفعہ آ کر نہیں لیتا۔ میں نے کہا میں تو روپیہ میں سے اٹھنی سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیا کرتا۔ جب ہم قادیان سے نکلے تو یکدم ریلا آ پڑا اور لوگ اپنی اپنی رقمیں واپس لے گئے کیونکہ کسی نے تجارت شروع کر دی اور کسی نے کوئی اور کام شروع کر دیا اور اس کے لئے اُنہیں روپیہ کی ضرورت تھی۔ میری تجویز یہ تھی کہ روپیہ میں سے آٹھ آنے خرچ کرو آٹھ آنے محفوظ رکھو جب لوگ روپیہ واپس لینے آئے تو میں نے کہا ہر ایک کو اُس کا روپیہ دے دو۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خزانہ سے بارہ تیرہ لاکھ روپیہ یکدم نکل گیا لیکن پھر بھی ہمارے پاس امانت پڑی رہی۔ غرض امانت رکھنا بڑی مفید چیز ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لئے تو اللہ تعالیٰ نے امانت کو روزی کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔ ہم اپنے پاس امانتیں رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ ہمارا گزارہ چلا رہا ہے۔ ضرورت کے وقت امانت میں سے ہم روپیہ نکالتے ہیں اور خرچ کر لیتے ہیں اور جب روپے والا اپنی رقم واپس لینے آتا ہے تو اُس کے لئے بھی روپیہ موجود ہوتا ہے۔ غرض امانت سے سلسلہ کو بہت بڑی مدد مل سکتی ہے اس لئے میں تحریک کرتا ہوں کہ دوست زیادہ سے زیادہ رقوم امانت تحریک جدید اور امانت صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرائیں۔ اگر دوست صحیح طور پر اِس پر عمل کریں تو میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس اتنا روپیہ جمع ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کا چندہ لینے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے۔ غرض اپنا روپیہ امانت تحریک جدید اور امانت صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرانا شروع کر دو اِس سے ہمیں بہت بڑی امداد مل جائے گی۔ اِدھر میں دفتر والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس طرح شہر کا بینک ضرورت کے وقت بغیر کٹوتی کے روپیہ ادا کر دیتا ہے اِسی طرح وہ بھی روپیہ واپس مانگنے پر بغیر کسی کٹوتی کے روپیہ بھیج دیا کریں۔ مثلاً منٹگمری کا ایک آدمی ہے اُس نے اپنے شہر کے بنک میں روپیہ جمع کرایا ہے اُسے جب بھی ضرورت ہوگی وہاں جائے گا اور رقم لے لے گا اور پوری کی پوری لے گا اس پر کوئی منی آرڈر فیس وغیرہ نہیں لگے گی۔ اِسی طرح اگر آپ بھی کریں گے اور روپیہ واپس مانگنے پر بغیر کسی کٹوتی کے دے دیں گے تو روپیہ جمع کرانے

والے سمجھیں گے کہ اس میں اور بنک میں کوئی فرق نہیں اور جب کوئی فرق نہیں تو وہ کیوں اپنا روپیہ امانت تحریک جدید یا امانت صدر انجمن احمدیہ میں جمع نہ کرائیں۔ اِس طرح لوگ خوشی سے اپنا روپیہ یہاں جمع کرائیں گے اور کثرت سے کرائیں گے۔ یہ امانت غیر تابع مرضی نہیں ہوگی بلکہ تابع مرضی ہوگی۔ بے شک کوئی صبح جمع کرائے اور دو گھنٹے بعد اپنی رقم واپس لے لے۔ اگر انجمن نے میرا مشورہ مان لیا تو احباب کو بوقت ضرورت بغیر کسی خرچ کے روپیہ واپس مل جائے گا۔ یا ان کے شہر کے بنک کے نام چیک بھجوا دیا جائے گا اور وہاں سے انہیں پوری کی پوری رقم مل جائے گی۔

غرض یہ صورت ایسی ہے کہ بغیر کسی محنت کے اور بغیر کسی خطرے کے روپیہ جمع ہوسکتا ہے اور اُس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ بظاہر تو آئندہ کوئی خطرہ نظر نہیں آتا مگر پچھلے خطرہ کے وقت بھی جن لوگوں نے روپیہ جمع کرایا تھا ان کا روپیہ بالکل محفوظ رہا تھا اور اس میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے ہی کام کرنے کا موقع دیا تھا اور وہ اس طرح کہ بیت المال والوں نے اصرار کیا کہ روپیہ بنک میں محفوظ ہے اور اسے وہیں رہنے دیا جائے لیکن میں نے اصرار کیا کہ روپیہ جلد نکلواؤ۔ اُس وقت ہندوستان سے روپیہ آنے میں کوئی روک نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے جونہی اُنہوں نے روپے واپس منگوائے ہندوستان سے روپیہ آنا بند ہوگیا۔ صرف ۶۰ ہزار روپیہ کی ایک رقم باقی رہ گئی جو میرے مشورہ کے بغیر رہنے دی گئی تھی۔

تیسری صورت قرض ہے اگر جماعت نے امانت کی طرف پوری توجہ نہ دی تو پھر جماعت کی بعض جائدادیں گرو رکھ کر اس کام کے لئے رقم حاصل کی جائے گی۔ میرا ارادہ ہے کہ چندہ کی صورت میں ربوہ کی تعمیر کے لئے کوئی رقم جمع نہ کی جائے بلکہ جماعت کی بعض جائدادیں گرو رکھ کر قرض حاصل کرلیا جائے یا دوست امانت کی صورت میں اِس کام میں مدد دیں۔ اگر شہر بن گیا تو آپ لوگوں کے لڑکے یہاں آئیں گے اور تعلیم حاصل کریں گے اُس وقت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی جیبوں میں سے کسی اَور صورت میں روپیہ نکال لے لگا۔ مثلاً آپ یہاں آئیں گے تو یہاں کے دُکانداروں سے سَودا خریدیں گے۔ اِس طرح دُکانداروں کی آمدنیں بڑھیں گی اور چندہ میں زیادتی ہوگی۔

اب میں جماعت کے دوستوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ مرکز کے قیام سے اِسی صورت میں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جب وہ بار بار یہاں آئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ بار بار قادیان آنے کی خواہش نہیں رکھتے وہ اپنے ایمانوں کی فکر کریں۔ بعض لوگوں سے میں نے سنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کہا ہے، ربوہ نہیں کہا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ربوہ نہیں کہا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قادیان کب کہا تھا؟ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مدینہ نہیں کہا تھا تو حضرت نوح علیہ السلام نے مکہ کب کہا تھا؟ یہ تو الٰہی سلسلہ ہے جو لوگ اطاعت میں اپنی گردنیں جھکا دیں گے وہ برکتیں حاصل کریں گے اور جو اپنی گردنیں نہیں جھکائیں گے وہ خود نقصان اُٹھائیں گے، دوسروں کو اس سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

قادیان سے تعلق رکھنے کے متعلق جو کہا گیا تھا وہ اِسی لئے تھا تا مرکز سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ قادیان سے پہلے مکہ سے بوجہ مرکز ہونے کے فائدہ اُٹھایا جاتا تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار قادیان آنے کے لئے جماعت کو تلقین کی تو مخالفین نے کہا دیکھو! اب مکہ کی بھی ہتک ہونے لگی حالانکہ وہ نادان یہ نہیں جانتے تھے کہ مکہ سے فائدہ اُٹھانے کے لئے جب کہا گیا تھا تو اُس کے مرکز ہونے کی وجہ سے کہا گیا تھا۔ اِسی طرح اگر تم میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان کہا تھا ربوہ نہیں کہا تو اُنہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ جو کچھ تھا قادیان کے مرکز ہونے کی وجہ سے تھا۔ اب تو وہ وہاں رہ گیا۔ اب اگر وہ کالج نہیں ہوں گے جو قادیان میں تھے تو کیا عالم بن جائیں گے؟ پس قطع نظر اِس سے کہ ربوہ مرکز ہے یا نہیں، برکات یہیں ہیں جو اِن برکات سے حصہ نہیں لے گا وہ خود نقصان اُٹھائے گا دوسروں کا اِس سے کیا بگڑے گا۔ پس دوستوں کو یہاں بار بار آنا چاہیے اس سے مشکلات کے حل میں مدد ملے گی۔ جن لوگوں کو فرصت ہو وہ یہاں آئیں اور دفاتر میں کام کریں۔ آخر نیا مرکز بن رہا ہے اور اِس کی تعمیر کے رستہ میں جو مشکلات ہیں اُنہیں بھی ہم نے ہی حل کرنا ہے۔ پس دوستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں اور بار بار یہاں آئیں اور کام میں مدد دیں۔ جن کی تعلیم کا انتظام نہیں وہ یہاں آئیں خود بھی تعلیم حاصل کریں اور بچوں کو

بھی تعلیم دلائیں اِس طرح جماعت مضبوط ہوگی۔ پھر یہاں آکر اجتماعی عبادات سے فائدہ اُٹھائیں۔ اجتماعی دعائیں بہت بابرکت ہوتی ہیں۔ سب سے بڑی جماعت بہرحال ربوہ میں ہی ہے (اِس سے پہلے سب سے بڑی جماعت قادیان میں تھی) اس لئے اِس جگہ کی عبادت کا فائدہ بہرحال اُس عبادت سے زیادہ ہوگا جو تم اپنے گھروں میں کرتے ہو۔ دوسرے تعمیر میں جتنی مشکلات ہیں اُن کا دوستوں کو علم ہوگا۔ جتنی دلچسپی اس کام میں نواب محمد الدین صاحب مرحوم نے لی ہے باقیوں نے نہیں لی حالانکہ جماعت کے مرکز کو مضبوط بنانا ایسا کام ہے کہ مومن کو اپنے بیوی بچوں سے بھی زیادہ اسے مقدم سمجھنا چاہیے۔

اب میں ایک بات مہاجرین سے بھی کہتا ہوں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلی دفعہ بھی اور اِس دفعہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ اِن کے چہروں پر ایک افسردگی سی طاری ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کیوں ہے؟ دوسرے لوگ مایوس رہیں تو رہیں ہمارا تو ایک زندہ خدا ہے، ہمارے لئے مایوسی اور افسردگی کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی بلکہ مومن تو ہزار بھٹیوں سے بھی گزر کر پھر بھی خوش رہتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ واقعہ سنایا ہے کہ ایک جرمن عورت کے سات لڑکے تھے۔ پچھلی جنگ عظیم میں وہ ساتوں کے ساتوں مارے گئے جب اُس کا ساتواں بچہ مارا گیا تو فوج کے کمانڈر نے وزیر جنگ کو اطلاع بھیجی کہ اس عورت کی عزت افزائی کی جائے۔ وزیر جنگ نے قیصر کو بتایا اس نے بھی اسے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا اور کہا میرے نام سے اس عورت کا شکریہ ادا کیا جائے۔ وہ لوگ تو قیصر کو خدا سمجھتے تھے۔ قیصر نے وزیر جنگ سے کہا کہ اُس عورت کو بُلائے اور میری طرف سے شکریہ ادا کرے۔ وزیر جنگ نے اُس عورت کو بُلایا اور بڑا اعزاز کیا اور کہا میں قیصر کی طرف سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں تمہارے ساتوں بچے مُلک کی خدمت کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ انگریز جنگ کے زمانہ میں بھی دوسرے مُلکوں میں انہی میں سے نامۂ نگار رکھا کرتے تھے جو حالات انہیں بھیجتے رہتے تھے۔ میں ڈیلی کرانیکل اخبار منگوایا کرتا تھا اُس میں لکھا تھا کہ جب وہ عورت باہر آئی نامہ نگار نے لکھا کہ میں بھی وہاں کھڑا تھا وہ ۸۰ سال کی بڑھیا تھی، اُس کے اعصاب کانپ رہے تھے اور اُس سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا مگر اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اپنی کمر کو سیدھا کیا اور ایک جھوٹا قہقہہ لگا کر کہا آخر ہوا کیا

میرے ساتوں بچے اپنے مُلک کے لئے ہی مارے گئے ہیں۔ دیکھو! وہ بڑھیا ۸۰ سال کی تھی مگر اُس کے اندر یہ احساس تھا کہ آخر ہوا کیا، میرے بچے مُلک کی خدمت کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ اُس کے بچے تو مُلک کے لئے مارے گئے تھے اور وہ مُلک بچا نہیں لیکن اگر مسلمان مارے گئے ہیں تو اُنہیں ایک مُلک بھی تو مل گیا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے تمہیں غلامی سے آزاد کر دیا، تمہیں تو اپنی تکلیفوں کا خیال بھی نہیں کرنا چاہیے۔

میں اَوروں کو تو نہیں کہہ سکتا ہاں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ یہ خیال چھوڑ دو کہ تم لُٹے ہوئے ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن مہاجرین پر افسوس کیا کرتے تھے جو وطن اور جائدادوں کے چھوٹ جانے پر افسوس کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے اُس وقت مدینہ کا نام یثرب ہوا کرتا تھا اور وہاں ملیریا کثرت سے ہوتا تھا۔ ملیریا پھیلنا شروع ہوا تو مہاجرین کو بخار چڑھے اِدھر وطن کی جدائی کا صدمہ تھا ان میں سے بعض نے رونا اور چلانا شروع کر دیا کہ ہائے مکہ ہائے مکہ۔ ایک دن حضرت بلالؓ کو بھی بخار ہو گیا اُنہوں نے شعر بنا بنا کر شور مچانا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ خفا ہوئے اور فرمایا کیا تم ایسے کام کے لئے یہاں آئے ہو؟ [19] میں بھی تمہیں یہی کہتا ہوں کہ خوش رہو۔ تم یہ نہ دیکھو کہ ہم نے کیا کھویا ہے تم یہ دیکھو کہ ہم نے کس کے لئے کھویا ہے۔ اگر تم نے جو کچھ کھویا ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے اور اسلام کی ترقی کے لئے کھویا ہے تو تم خوش رہو اور کسی موقع پر بھی اپنی کمریں خم نہ ہونے دو۔ تمہارے چہرے افسردہ نہ ہوں بلکہ اُن پر خوشی کے آثار پائے جائیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مسلمان ایسی حالت میں چلے آ رہے تھے کہ اُنہوں نے گردن نیچے ڈالی ہوئی تھی حضرت عمرؓ نے اُن کی ٹھوڑی پر مکہ مارا اور کہا اسلام کی فتوحات کا زمانہ ہے اور تم اپنی گردن جھکائے پھر رہے ہو!! خدا تعالیٰ نے اِس وقت اسلام کو حکومت دی ہے دنیا جو چاہے کہے مگر تم تو یقین رکھتے ہو کہ اسلام کو فتح ہوگی۔ اگر تم یقین رکھتے ہو کہ اسلام کو فتح ہوگی تو پھر رونا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ایک

لڑکی کا بچہ فوت ہو جایا کرتا تھا۔ جب کئی بچے فوت ہو گئے تو اُس کی والدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دعا کے لئے آئیں۔ آپ نے دعا کی اور فرمایا کوئی بات نہیں۔ پھر ایک بچہ پیدا ہوا اور فوت ہو گیا۔ وہ پھر دعا کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے دعا کی اور فرمایا گھبراؤ نہیں بچہ کمزور تھا خدا تعالیٰ اسے تندرست کر کے واپس بھیجے گا۔ وہ واپس چلی گئیں پھر تیسرا بچہ پیدا ہوا اور مر گیا تو بیٹی نے والدہ سے کہا جلدی جاؤ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا کراؤ۔ اُنہوں نے جواب دیا میں جب گئی تھی تو آپ نے فرمایا تھا بچے وہاں تندرست ہونے جاتے ہیں اب جانے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں بچے دیئے اور اب اُن کے بچوں کے بھی بچے ہیں۔ پس میں مہاجرین سے کہتا ہوں کہ تم اپنی اُمنگوں اور امیدوں کو بڑھاؤ اور یہ بات مت بھولو کہ خدا تعالیٰ نے تم سے ابھی بہت کچھ کام لینے ہیں جتنا بیج تم ڈالا کرتے ہو تمہیں اتنی ہی کھیتی ملتی ہے مگر میں خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ تمہارا جو کچھ نقصان ہوا ہے، اُس سے بہت زیادہ تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔'' (الفضل ۲۶ ؍دسمبر ۱۹۶۱ء)

حفاظت مرکز قادیان کے لیے چندہ کی اپیل

اب میں قادیان کو لیتا ہوں۔ قادیان ہمارا مقدس مرکز ہے جو اِس وقت ہم سے کٹا ہوا ہے اور اِس وجہ سے اس کی ذمہ داریوں کو ہم نے ہی ادا کرنا ہے۔ میں نے جماعت میں تحریک کی تھی کہ جن احباب کے پاس جائدادیں ہیں وہ اُن کی قیمت کا ایک فیصدی حفاظت مرکز کے لئے بطور چندہ دیں اور جن کی جائدادیں نہیں وہ ایک ایک ماہ کی آمد دیں۔ اِس تحریک کے جواب میں جو وعدے آئے وہ تیرہ لاکھ روپیہ کے تھے لیکن جو وصولی ہوئی وہ صرف چھ سات لاکھ روپیہ کی ہے۔ گویا چھ سات لاکھ روپیہ ایسا ہے جو ابھی واجب الادا ہے لیکن اب کسی دن آٹھ روپے اور کسی دن دس روپے اِس مد میں وصول ہوتے ہیں اگر وصولی کی یہی رفتار رہی تو غالباً کسی نئے مأمور کے وقت تک بھی یہ رقم جمع نہیں ہوگی۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کیوں ہے میں جب باہر جاتا ہوں تو میرے اِردگرد ایک جمگھٹا سا بندھ جاتا ہے اور لوگ پوچھتے ہیں کہ قادیان کب ملے گا؟

لیکن قادیان سے اُن کی محبت کا یہ حال ہے کہ اُس کی حفاظت کے لئے چندہ کی تحریک کی گئی تو بعض نے وعدہ بھی کیا لیکن وہ وعدہ اب تک پورا نہیں کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب اِس چندہ کی کیا ضرورت ہے دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہتے ہیں کہ مریض تو مر چکا ہے اب علاج کی کیا ضرورت ہے۔ ایک طرف تو وہ کہتے ہیں کہ قادیان ہمیں واپس کب ملے گا اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ قادیان کا کام ختم ہو چکا ہے۔ جب قادیان اُن کے نزدیک ختم ہو چکا ہے تو وہ واپس کس طرح مل سکتا ہے لیکن اگر وہ مریض ہے تو پھر اس کے علاج کی کس نے کوشش کرنی ہے۔ آخر قادیان ہمارا ہے اور اس کے علاج کی ہمیں ہی کوشش کرنی پڑے گی غیر تو ایسا نہیں کرے گا۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو چندہ ادا کر چکے ہیں مثلاً اُن میں سے ایک میں ہی ہوں۔ میں نے قادیان میں ہی یہ چندہ ادا کر دیا تھا لیکن نصف کے قریب لوگ ایسے تھے جنہوں نے اِس مد میں چندہ لکھوایا تو تھا لیکن یا تو چندہ ادا ہی نہیں کیا یا اُس کا برائے نام ایک حصہ ادا کیا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے شروع سے ہی کانوں میں سکہ ڈال رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اچھا کیا کہ چندہ نہ دیا کیونکہ قادیان نے ہمارے ہاتھ سے چلے ہی جانا تھا۔ لیکن کیا کسی کا بچہ مر جائے تو وہ یہ کہا کرتا ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں نے علاج نہیں کیا تھا۔ ایسا کوئی نہیں کہتا اس لئے کہ اُسے بچہ سے محبت ہوتی ہے لیکن تم میں سے بعض ایسا کہتے ہیں اس لئے کہ انہیں قادیان سے محبت نہیں۔ اگر انہیں قادیان سے محبت ہوتی تو وہ ایسا کیوں کہتے۔ میں اُن لوگوں سے جو کہتے ہیں کہ قادیان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اب چندہ کی کیا ضرورت ہے کہتا ہوں کہ یہ چندہ کس لئے تھا؟ آیا تمہاری حفاظت کے لئے تھا یا قادیان کی حفاظت کے لئے تھا؟ اگر یہ چندہ تمہاری حفاظت کے لئے تھا تو پھر اس کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن اگر قادیان کی حفاظت کے لئے تھا تو قادیان اب بھی موجود ہے اور جب تک وہ واپس ہمارے ہاتھ میں نہ آ جائے اُس کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ تم اپنے نفس سے پوچھ لو کہ تم نے کس لئے یہ وعدہ کیا تھا۔ خیر و عافیت سے اپنے آپ کو پاکستان پہنچانے کے لئے یا قادیان کی حفاظت کے لئے؟ اگر خیر و عافیت سے اپنے آپ کو ہندوستان میں سے لانے کے لئے تم نے اِس چندہ کا وعدہ کیا تھا تو تم کہہ سکتے ہو ہم

پاکستان آ گئے اب اِس چندہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر تم نے اِس چندہ کا وعدہ قادیان کی حفاظت کے لئے کیا تھا تو قادیان اب بھی موجود ہے اور اس کی حفاظت کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

میں جب کوئٹہ گیا تو رستہ میں میری ایک لڑکی رونے لگی وہ کہنے لگی کہ میں نے اس کمرہ میں نہیں رہنا میں نے دوسری والدہ کے پاس جانا ہے۔ (اُس کی اپنی والدہ فوت ہو چکی ہے) چونکہ جگہ محدود تھی اور برابر کی تقسیم کی ہوئی تھی میں نے چاہا کہ اُسے دوسرے کمرہ میں چھوڑ آؤں اور اُس کی جگہ پر کوئی دوسری سواری لے آؤں۔ میں اُس لڑکی کو دوسرے کمرہ میں چھوڑ آیا اور اُس کی جگہ پر اپنی ایک بہو کو لے آیا۔ میں ابھی پلیٹ فارم پر ہی تھا کہ گاڑی چل پڑی۔ ڈرائیور نے غالباً شرارت کی اور گاڑی کو یکدم تیز کر دیا۔ زنجیر کھینچی گئی مگر وہ جام تھی اِس لئے کھینچی نہ جاسکی اِدھر پرائیویٹ سیکرٹری کا عملہ حسب دستور چپ چاپ گاڑی میں بیٹھا رہا۔ میری بیوی اور لڑکی کا چونکہ جسمانی رشتہ بھی تھا اس لئے اُنہوں نے شور مچا دیا دوسرے ڈبہ سے میری بیوی نے زنجیر کھینچنے کے لئے پورا زور لگایا مگر وہ بھی جام تھی اُنہوں نے لڑکی سے کہا تو بھی ساتھ لٹک جا چنانچہ دونوں نے مل کر زور لگایا اور بِالآخر وہ زنجیر کھینچنے میں کامیاب ہوگئیں۔ جب کوئٹہ پہنچے تو میں نے مذاقاً کہا اب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب تار دیں گے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ہم سب خیریت سے پہنچ گئے ہیں صرف خلیفۃ المسیح پیچھے رہ گئے ہیں۔ تمہارا رویہ بھی ایسا ہی ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ہم سب خیریت سے پاکستان پہنچ گئے ہیں صرف قادیان پیچھے رہ گیا ہے اس لئے اب کسی چندہ کی ضرورت نہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ قادیان کے متعلق خدا تعالیٰ کیا تدابیر اختیار کرے گا مگر ہماری دلی خواہش یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا فضل فرمائے کہ قادیان ہمیں جلد سے جلد مل جائے۔

تم میں سے بعض مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میرا ایک نیا مرکز بنانا قادیان سے بے وفائی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قادیان کے لئے اُنہوں نے وہ قربانی نہیں کی جو میں نے کی ہے۔ یہ بات بتا رہی ہے کہ ایسا اعتراض کرنے والے منافق ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نئی تحریک کروں تو مخلص لوگ ضرور اس میں حصہ لیں گے اور کئی دوست مجھے تحریک بھی کرتے رہتے ہیں کہ اگر بقایا داران چندہ نہیں دیتے تو آپ نئی تحریک کریں ہم چندہ دینے کے لئے تیار ہیں لیکن

میں کہتا ہوں کہ باقی رہنے والا ٹکڑا بہت زیادہ ہے اگر نادہندگان تھوڑی تعداد میں ہوتے تو میں انہیں نظر انداز کر دیتا اتنے بڑے ٹکڑے کو میں خدا تعالیٰ کی ملامت کے نیچے لانا پسند نہیں کرتا۔ اگر میں نئی تحریک کر دوں تو یہ لوگ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے مورِد بن جائیں گے اور یہ بات میری طبیعت برداشت نہیں کرتی۔

میں جانتا ہوں کہ نادہندگان میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان کی جنگ چونکہ ختم ہو چکی ہے اس لئے اب کسی چندہ کی ضرورت نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ قادیان کی جنگ اب بھی جاری ہے اور اُس کے لئے ہمیں بار بار قربانی کرنی پڑے گی اور متواتر جدوجہد جاری رکھنی ہوگی۔ وہ لوگ جو اپنی جائدادیں مشرقی پنجاب چھوڑ آئے ہیں اُنہیں یہ کوشش کرنی چاہیے تھی کہ وہ چندہ پہلے ادا کر دیتے لیکن اگر اب وہ اِس حالت میں نہیں کہ چندہ ادا کر سکیں تو کم از کم وہ یہ لکھ کر دے دیں کہ ہماری جائدادیں مشرقی پنجاب میں رہ گئی ہیں اور اب ہم اس قابل نہیں کہ اپنے وعدہ کو پورا کر سکیں۔ اس کے بعد وہ ثواب حاصل کرنے کے لئے اس مد میں خواہ ایک روپیہ ہی چندہ دے سکیں دے دیں یہ چندہ اُن کی جائدادوں کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ بطور اظہارِ عقیدت یہ بتانے کے لئے ہوگا کہ اگرچہ ہم غریب ہیں مگر ہمارا دل غریب نہیں اور اس سے یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ نادہندگان میں سے کتنے ہیں جو وعدہ پورا کرنے سے معذور ہیں۔

ہم نے مغربی پنجاب کے دو ضلعوں لائلپور اور ملتان کا اندازہ لگایا ہے ان میں سے ایک کے ذمہ ابھی ۷۰ فیصدی کے قریب وعدے واجب الادا ہیں اور ایک کے ذمہ ۸۰ فیصدی۔ جب وعدہ کنندگان کو اِس طرف توجہ دلائی گئی تو اُن میں سے بعض نے جواب دیا کہ ہم تو سمجھے تھے کہ کام ختم ہو گیا اِس لئے اب اِس چندہ کی ضرورت نہیں رہی۔ مگر یہ جواب صحیح نہیں تھا کام جاری ہے اور اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک قادیان ہمیں دوبارہ نہیں مل جاتا۔ لیکن جو لوگ اب چندہ دینے سے معذور ہیں اُنہیں کم از کم اپنے کھاتے صاف کرا دینے چاہئیں اور پھر حسب توفیق ایک روپیہ یا آٹھ آنے ہی اگر وہ چندہ دے سکتے ہیں تو حفاظت مرکز کے لئے ارسال کر دیں تا کہ وہ ثواب سے محروم نہ رہیں اور جو اِس طرف کے رہنے والے ہیں اور اُن کی جائدادیں محفوظ ہیں اُن سے میں کہتا ہوں کہ تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور یہ چندہ بہت جلد ادا

کرنے کی کوشش کرو۔ اور وہ کارکن جو چندہ دے چکے ہیں انہیں میں کہتا ہوں کہ تمہارا کام ہے کہ غافل مؤمنوں کو بیدار کرو۔ دفتر سے اپنی جماعت کے وعدوں کی نقول منگواؤ اور لوگوں کے پاس جاؤ اور اُنہیں ادائیگی کی طرف متوجہ کرو۔ یاد رکھو نادہندوں میں سے بعض غافل مؤمن ہیں اور بعض منافق۔ منافق قادیان پر سب سے زیادہ آنسو بہاتا ہے لیکن تم دیکھو گے قادیان کا چندہ اُس کے ذمہ ہوگا اور غافل مومن کبھی مخلصوں کی آواز پر جاگ پڑتا ہے اور کبھی منافقوں کی آواز پر سو جاتا ہے اُس کو جگانا ہمارا فرض ہے اور اُس کا کوشش کر کے جاگنا خود اُس کا فرض ہے سو اگر تم مخلص ہو تو کمزوروں کو جگا کر اُن سے رقم وصول کرو اور اگر تم سست ہو تو استغفار کر کے اپنی غلطی کا ازالہ کرو۔

وقف جائداد اور وقف آمد کی تحریکیں ایک بھی ہیں اور الگ الگ بھی ہیں۔ جن لوگوں نے جائدادیں وقف کی ہوئی تھیں اُنہیں لکھا گیا تھا کہ وہ اپنی جائداد کی قیمت کا ایک فیصدی دیں لیکن چونکہ وہ نازک موقع تھا اور روپیہ کی فوراً ضرورت تھی اس لئے ہم نے کہا کہ دوسرے لوگ جن کے پاس جائدادیں نہیں وہ بھی آئیں اور اپنی ایک ماہ کی آمد دے کر اِس چندہ میں حصہ لیں۔ جس شخص نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے خواہ وقف جائداد کے لحاظ سے خواہ وقف آمد کے لحاظ سے وہ اِس تحریک کا مخاطب نہیں لیکن جس نے چندہ نہیں دیا اُس کے لئے چندہ کا ادا کرنا ضروری ہے۔

(اس کے بعد حضور نے فرمایا:)

وہ لوگ جنہوں نے چندہ حفاظت مرکز دے دیا ہے وہ کھڑے ہو جائیں (اِس پر وہ دوست جنہوں نے چندہ حفاظت مرکز دے دیا تھا کھڑے ہو گئے اس کے بعد حضور نے فرمایا) اب جنہوں نے یہ چندہ ادا نہیں کیا اُن سے میں کہتا ہوں کہ اگر ان دوستوں نے چندہ دے دیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تم یہ چندہ نہیں دیتے۔ میں جانتا ہوں کہ جو لوگ بیٹھے رہتے ہیں اُن میں سے ایک ایسی تعداد بھی ہے جو مشرقی پنجاب سے آئی ہے اور وہ اب غربت کی حالت میں ہیں لیکن میں اُن سے کہتا ہوں کہ اگر وہ چندہ ادا نہیں کر سکتے تو اپنا کھاتہ صاف کرا دیں اور دفتر کو اپنی ذمہ داری کی اطلاع دے دیں۔ اور جو اِن کے سِوا ہیں میں اُن سے کہتا ہوں کہ آخر اس غفلت

کے معنی کیا ہیں ہمیں دو تین سال کے لئے دو تین لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے اور اس کے بعد بھی کچھ رقم کی ضرورت ہوگی اور یہ رقم ہم دوسرے چندوں سے نہیں بچا سکتے۔ حفاظت مرکز کے چندہ کے تیرہ لاکھ کے وعدے تھے اور اب جماعت کچھ بڑھ بھی گئی ہے اس لئے شاید یہ وعدے پندرہ لاکھ تک پہنچ چکے ہوں گے بہرحال نادہندگان پر بہت بڑی ذمہ داری ہے انہیں چاہیے کہ استغفار کریں اور اپنی غفلتوں کو دور کریں لیکن اگر اُنہوں نے اپنی غفلتوں کو دور نہ کیا تو اِن دوستوں سے جو اپنے وعدے ادا کر چکے ہیں میں کہوں گا کہ اگر یہ لوگ نہ جاگیں تو کیا وہ تیار ہیں کہ میں دوبارہ تحریک کروں اور وہ چندہ دیں؟ (اِس پر سب وعدہ پورا کرنے والوں نے بیک آواز کہا کہ حضور ہم تیار ہیں۔)

(آخر میں حضور نے فرمایا:)

اب میں ان لوگوں سے جنہوں نے چندہ ادا نہیں کیا کہتا ہوں کہ آپ اپنے بقایا اگلے چھ ماہ میں ادا کر دیں۔ مشرقی پنجاب سے آنے والوں میں سے جنہیں کام مل گئے ہیں یا جائیدادیں مل گئی ہیں اور اب وہ اِس قابل ہیں کہ چندہ ادا کرسکیں وہ بھی اِس میں شامل ہیں۔ اگر اِس مدت کے اندر اُنہوں نے اپنا چندہ ادا نہ کیا تو ہم سمجھیں گے کہ خدا کے مقرر کردہ مرکز سے اُنہیں کوئی محبت نہیں پھر میں دوبارہ تحریک کروں گا جس میں اِن لوگوں کے لئے حصہ لینا قطعاً ناجائز ہوگا۔ اور میں جماعت پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں وہ یقیناً ایک بار پھر یہ ثابت کر دیں گے کہ دنیا میں جہاں فرض ادا نہ کرنے والے لوگ ہیں وہاں اپنے فرض کو ادا کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ (از ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

۱

۲ قل هل تربصون بنا الا احدى الحسنيين (التوبة:۵۲)

۳ بخاری کتاب الجمعة باب الانصات يوم الجمعة (الخ)

۴ بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء (الخ)

۵ سیرت ابن هشام جلد ۲ صفحہ ۲۷۸۔۲۷۹ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

۶ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال (الخ)

۷ نزول المسیح صفحہ ۴۴۔حاشیہ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۰ حاشیہ + ذکریا باب ۱۴ آیت ۱ تا ۲۱
برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لندن ۱۸۸۷ء (مفہوماً)

۸ تذکرہ صفحہ ۲۷۷۔ایڈیشن چہارم

۹ تذکرہ صفحہ ۵۹۵۔ایڈیشن چہارم

۱۰ تذکرہ صفحہ ۱۹۲۔۱۹۳۔ایڈیشن چہارم

۱۱ تذکرہ صفحہ ۵۹۳۔ایڈیشن چہارم

۱۲ تذکرہ صفحہ ۴۸۰۔ایڈیشن چہارم

۱۳ **بخاری کتاب التفسیر۔تفسیر سورۃ الجمعۃ باب قولہ و آخرین منھم (الخ)**

۱۴ تذکرہ صفحہ ۱۵۸۔ایڈیشن چہارم

۱۵ ازالہ اوہام صفحہ ۷۹۔۸۰۔روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۹۔۱۸۰

۱۶ کشتی نوح صفحہ ۴۸۔۴۹۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۰، ۵۱

۱۷ تذکرہ صفحہ ۴۸۵۔ایڈیشن چہارم

۱۸ یٰسین: ۸۳